میرا چاند
حصہ اول
زریش مصطفیٰ
پاکسوسائٹی ڈاٹ کام

میرا چاند

زریش مصطفیٰ

پاک سوسائٹی کے تحت شائع ہونے والے ناول "میرا چاند" کے حقوق طبع و نقل بحق ویب سائٹ
Paksociety.com اور مصنفہ (زریش مصطفیٰ) محفوظ ہیں۔
کسی بھی فرد، ادارے، ویب سائٹ، ڈائجسٹ، ایپلیکیشن اور انٹرنیٹ کسی کے لئے بھی اس کے کسی حصے کی اشاعت یا کسی بھی ٹیوی چینل پر ڈرامہ و ڈرامائی تشکیل و ناول کی قسط کے کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے پبلشر (پاک سوسائٹی) سے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بہ صورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی اور بھاری جرمانہ عائد کرنے کا حق رکھتا ہے۔

کالج کی چھٹیاں ہوئیں۔تو ام ہانی نے اپنا سامان سمیٹا اور مظفر آباد کے لیے نکل گئی۔اسکا وہاں جانا سال میں ایک بار ہی ہوتا تھا۔لاہور کی گرمی سے گھبرا کر وہ رمضان گزارنے کشمیر پہنچ گئی۔حسام کو انٹری ٹیسٹ کی تیاری کرنی تھی اس لیے وہ اکیلی ہی وہاں ٹھہرنے آئی تھی۔

وہ یوں اکیلی پہلی بار کہیں اتنی دور جا رہی تھی۔ابا دبئی گئے تھے اور حسام مصروف تھا ایسے میں وہ کیا کرتی۔اور ام ہانی دنیا کی کم ہی پرواہ کرتی تھی سو مما کے بہت سمجھانے پر بھی وہ باز نہیں آئی اور مظفر آباد پہنچ کہ دم لیا۔ٹیکسی والے نے اسکا سامان گھر کے باہر اتارا تھا۔ام ہانی بیل بجا کر گیٹ کھلنے کا انتظار کرنے لگی۔یہاں آنے پر ہر بار ایک الگ خوشی ہوتی تھی اسے۔

گیٹ شہریار نے کھولا تھا۔ان دونوں کو ایک دوسرے کو دیکھ کر زیادہ خوشی نہیں ہوئی تھی۔

"ارے بھئی آپ کے ہاں مہمانوں کو اندر آنے کے لیے نہیں کہا جاتا کیا۔" جب کافی دیر وہ بت بنے سامنے کھڑا رہا تو وہ بھویں اچکا کر بولی۔

"تم اچانک بنا بتائے۔" وہ اسے دیکھ کر حیرانگی سے بولا۔

"لو رمضان ہو اور میں لاہور میں رہوں نیور۔" وہ بولتے ہوئے آگے بڑھی۔وہ دروازہ کھلا چھوڑ کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔ام ہانی اسکی اس بے عتنائی پر کھول کے رہ گئی۔ایک ہاتھ سے ہینڈ بیگ اپنے شولڈر پہ ٹکائے دوسرے ہاتھ سے بھاری بھرکم بیگ گھسیٹتے۔اس نے ٹانگ کی ہٹ سے دروازہ بند کیا۔

"یا خدا شیری کون آیا ہے اور اتنی زور سے دروازہ کس نے بند کیا ہے۔" سلمہ بیگم نے اندر آتے شہریار کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ایسی آفات ہمارے گھر میں صرف تب آتی ہیں"

"جب ام ہانی تشریف لاتیں ہیں۔" اندر داخل ہوتی ام ہانی نے اسکا جملہ مکمل کیا تھا۔ہانی نے بیگ زمین پر پٹخا اور پھوپھو کے گلے لگ گئی۔

"ارے ہانی تم۔" طوبٰی گود میں رکھے کشن کو پھینکتے ہوئے اسکی طرف بھاگی۔

"یار دل خوش ہو گیا اس سرپرائز سے۔" طوبٰی اسے پھوپھو سے الگ کرتے ہوئے جوش سے بولی۔

"بس یار دل چاہ رہا تھا سو میں آ گئی۔" ہانی اسے گلے لگاتے ہوئے بولی۔

"سفر کیسا رہا کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی۔" طوبیٰ اس سے الگ ہوتے ہوئے بولی۔

"نہیں سفر میں تو کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔ ہاں دروازے پہ کافی دقت کا سامنا کرنا پڑا مجھے۔" ہانی نے کن اکھیوں سے سینے پہ بازو لپیٹے کھڑے شہریار کو دیکھا۔ وہ شان بے نیازی سے چلتے ہوئے سامنے صوفے پہ جا بیٹھا۔

"یار بیٹھو تو سہی۔" طوبیٰ اسے بیٹھنے کا کہتی خود بھی اسکے برابر بیٹھ گئی۔

"کیا کہہ رہی تھیں تم دروازے پہ کس دقت کا سامنا ہوا۔" طوبیٰ اب اس سے پوچھ رہی تھی۔

"یار میرا سامان اتنا تھا میں اکیلی جان وہ تو بھلا ہو اس لڑکے کا پورا راستہ خیال رکھا اور پھر ٹیکسی تک بھی چھوڑ کر گیا اور پھر ٹیکسی والے نے بیگ باہر رکھا اور چلا گیا۔ اور کچھ بے مروت لوگوں نے دروازہ میرے منہ پہ بند کر دیا۔" وہ صاف شہریار کو جتا رہی تھی۔

شہریار مسلسل نیوز میں گم تھا۔

"بس آجکل تو انسانیت ختم ہی گئی ہے۔ وہ لڑکا تمہیں گھر تک کیوں چھوڑنے نہیں آیا۔" شہریار ٹی وی کی آوز کم کرتے ہوئے بولا۔

اسنے جتنی مدد کر دی کافی تھی۔ ہانی نے اسے گھورا۔

"تم لڑکیاں ایک دن کے لیے بھی کہیں جاؤ تو اتنا سامان اکٹھا کر لیتی ہو کہ ایسا معلوم ہوتا ہے بسنے جا رہی ہو وہاں۔ اور میں ابھی پچھلے سال تمہارا بیگ اٹھانے والا واقعہ بھولا نہیں ابھی۔" شہریار نے ایک نظر ہانی اور دوسری اسکے بیگ پر ڈال کر ٹی وی کی آواز پھر سے بڑھا لی تھی۔

"پاگل آدمی۔" ہانی نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ جسے قریب بیٹھی طوبیٰ نے سن لیا تھا۔ وہ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی ہوئی۔

"یہاں ماحول کافی گرم ہو گیا ہے تم روم میں چلو میں تمہارے لیے کچھ ٹھنڈا لاتی ہوں پینے کے لیے۔" طوبیٰ نے اسے کہتے ہوئے اسکا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ ہانی ایک نگاہ نیوز میں گم شہریار پر ڈال کر آگے بڑھ گئی۔ ہانی نے روم میں جا کر سب سے پہلے شاور لیا تھا۔ طوبیٰ جب تک اس کے لیے کچھ کھانے پینے کے لیے لائی وہ نہا دھو کر آ بھی چکی تھی۔

"واہ لڑکی بڑی پھرتیلی ہو۔" طوبیٰ نے ٹرے اسکے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے بھائی کی طرح تھوڑی ہوں۔ نہانے جاؤں جا کر سو جاؤں۔" ہانی نے جوس کا گلاس ایک ہی سانس میں ختم کیا۔

"تم ہر وقت شیری بھائی کے پیچھے کیوں پڑی رہتی ہو۔" طوبیٰ کہتے ہوئے اسکے سامنے بیٹھی۔

"یار مجھے نہ پراؤڈ قسم کے اپنے آپ میں گم اور خود پسند خود کو سب کچھ سمجھنے والے لوگ سخت زہر لگتے ہیں۔" ہانی نے گلاس ٹرے میں رکھا۔

"یار شیری بھائی ایسے تو نہیں ہیں۔" طوبیٰ نے ہانی کی بدگمانی دور کرنے کی کوشش کی تھی۔

"تمہارا بھائی ہے تم سے تھوڑی برداشت ہوتی ہے اس کھڑوس کی برائی۔" ہانی نے طوبیٰ کو ٹھیک ٹھاک گھرک کے کہا۔

"یار تم نہ ریسٹ کرو ہم دونوں بہن بھائی باز آئے تم سے۔" طوبیٰ کہتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"شیری کی چمچی۔" ہانی نے زیر لب بڑابڑایا اور پھر آرام کی غرض سے لیٹ گئی۔ پھر اسکی آنکھ عصر کے بعد کھلی تھی۔ وہ نماز پڑھ کے باہر آئی تو محفل اپنے عروج پہ تھی۔ سب لوگ شام کی چائے سے لطف انداز ہو رہے تھے۔

"اسلام علیکم انکل۔" وہ مشتاق انکل سے اب ملی تھی۔

"وعلیکم السلام کیسی ہے میری بیٹی۔" وہ پیار سے اسکے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولے۔ وہ مسکراتے ہوئے سامنے بیٹھ گئی۔ شہریار موبائل میں گم مسلسل مسکرا رہا تھا۔

"ہانی چینی کتنی؟" وہ اب اس سے پوچھ رہی تھی۔ وہ اس پہ ایک نظر ڈال کر طوبیٰ کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ود آوٹ شوگر۔" ہانی نے مسکرا کر کہتے ہوئے اس کے ہاتھ سے کپ پکڑا۔

"تم نے بھی شیری بھائی کی طرح پھیکی چائے پینی شروع کر دی۔" طوبیٰ نے کہتے ہوئے کپ شہریار کی طرف بڑھایا۔ جو اس نے مسکرا کر تھام لیا۔

"ویسے میں نے تو کسی وجہ سے چینی ترک کی ہے۔ انھیں بہت ضرورت ہے مٹھاس کی۔" ہانی نے چائے کا سپ لیا۔

"اچھا مجھے کیوں ضرورت ہے۔" شہریار سیدھا ہو بیٹھا۔

"ہو سکتا اس کی تاثیر سے ہی آپ کے لہجے میں مٹھاس آجائے۔" ہانی نے ادائے بے نیازی سے کہا۔

"کس کے لیے۔" شہریار نے اسے دیکھتے ہوئے چائے کا سپ لیا۔

"کسی کے لیے بھی۔" ہانی گڑبڑائی۔ وہ اسے ایک نظر دیکھ کر دوبارہ موبائل میں گم ہو گیا۔

"سڑو ہانی" اسے ایک اور لقب سے نواز کر اپنی چائے اور پھر سب کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گئی۔

"ارے بھئی مبارک ہو رمضان کا چاند نظر آ گیا ہے۔" مشتاق صاحب مغرب کی نماز ادا کر کے گھر آئے تھے جب سب کو بلند آواز سے مطلع کیا۔ اور پھر سب ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔ رات کے کھانے کے ساتھ ہی پھوپھو سحری کی تیاری بھی کرنے لگیں تھیں۔ ہانی اور طوبیٰ نے کھانے لگا دیا تھا۔

"جاؤ شہریار کو بھی بلا لاؤ۔" پھوپھو نے ہانی کو دیکھتے ہو کہا۔ وہ منہ کے الٹے سیدھے زاویے بناتی اسے بلانے چل دی۔

"یار میں کب سے بے وفا ہو گیا۔" دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ ہانی کا ہاتھ دوازہ ناک کرنے کے لیے اٹھا تھا۔

"کہا تو ہے تم سے زیادہ کوئی امپورٹنٹ نہیں ہے۔" اسکا ہاتھ ہوا میں ہی تھم گیا۔

"یعنی ابھی تمہیں میرے تمہارے ساتھ مخلص ہونے پہ شک ہے۔"

"ناک کروں کہ واپس جاؤں۔" ہانی شش و پنج میں کھڑی سوچنے لگی۔

"اچھا جیسے تمہاری مرضی۔" باتوں کی آواز ابھی بھی آ رہی تھی۔ ہانی بنا ناک کیے اندر داخل ہو گئی۔ شہریار نے اسے دیکھتے ہی کال منقطع کر دی تھی۔

"کیا کام ہے۔" اس کے ماتھے پہ پڑے بل بتا رہے تھے کہ اسے اسکا بنا اجازت آنا بلکل اچھا نہیں لگا۔

"آپ کو پھوپھو بلا رہیں ہیں کھانے پر۔" وہاں پرواہ کسے تھی۔ وہ کہتی ہوئی بنا اسکی اگلی بات سنے جانے کے لیے مڑی۔

"تمہیں آج تک اتنا پتہ نہیں چلا کہ کسی کے روم میں جانے سے پہلے ناک کرتے ہیں۔" شہریار کی غصے میں ڈوبی آواز پر وہ رک گئی تھی۔

"اگر اتنی ہی ضروری کالز کرنی ہوتیں ہیں تو روم کم سے کم لاک رکھا کریں۔" وہ مڑی ایک نظر اسے دیکھا اور شان بے نیازی سے کہتی آگے بڑھ گئی۔ وہ غصے سے کھولتا ہوا اس کے پیچھے چل دیا۔۔ کھانے کے بعد بڑے خشوع و خضوع سے نماز تراویح ادا کی گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

آج پہلا روزہ تھا۔ پھوپھو کچن میں کھڑی سحری بنا رہیں تھیں۔ طوبیٰ تین بار شہریار کو بلانے جا چکی تھی۔ وہ اٹھ ہی نہیں رہا تھا۔

"طوبیٰ بچے ایک بار اور اسے جگا کو بتاؤ ٹائم کم ہے۔" سحری ٹیبل پر لگانے کے بعد وہ لوگ ابھی تازہ تازہ خستہ پراٹھے کھانے کے بارے میں سوچ ہی رہیں تھیں جب سلمہ بیگم بول پڑیں۔

"حیرت ہے بھائی کیسے سو جاتے ہیں ہمیں تو نیند نہیں آتی۔"

"کیونکہ وہ صبح سے شام تک یونیورسٹی میں ہوتا ہے تمہاری طرح فارغ تھوڑی ہے۔" سلمہ بیگم نے اسے گھرکا۔

"ہاں میں فارغ ٹھیک ہوں۔ اور میں نہیں جا رہی اب۔" طوبیٰ منہ بناتے ہوئے بولی۔

"ام ہانی بچے تم جگا دو اسے دیر سے اٹھا تب بھی ہم پہ غصہ کرے گا۔" مرتے کیا نہ کرتے کے مصداق ہانی شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈالنے چل دی۔ وہ شرٹ اتارے صرف بنیان اور ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔ ہانی نے اسے دیکھتے ہوئے سب سے پہلے اندھے منہ لیٹے شہریار کی چند ایک تصاویر لیں۔ اور پھر پاس پڑا پانی کا گلاس اس کے اوپر الٹ دیا۔ وہ ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھا تھا۔

"یہ کیا حرکت ہے۔" ہانی کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ دھاڑا۔

"میں بول بول کہ اپنی انرجی ویسٹ نہیں کر سکتی۔ سحری کرنی ہے تو آجاؤ ورنہ واپس سو جائے۔" ہانی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم دوبارہ مجھے جگانے مت آنا آئی سمجھ۔" وہ اب تک اسکی اس حرکت پہ غصہ تھا۔ وہ کندھے اچکا کر باہر نکل گئی۔ وہ آف موڈ کے ساتھ باہر آیا تھا۔ اور ویسے ہی بیٹھ کر سحر نوش فرمانے لگا۔ شکر اسکی حرکت اسنے باہر سب کے سامنے بیان نہیں کی تھی۔

"کھا دیکھو کیسے رہا ہے جیسے ہماری ذات پہ کوئی بہت بڑا احسان کر رہا ہے۔" ہانی اپنی پلیٹ پہ جھکی بڑبڑائی۔

"تم نے مجھ سے کچھ کہا۔" طوبیٰ نے اسکی بڑبڑاہٹ سنی تو نہیں پر اسے دیکھ لیا تھا۔

"نہیں تو۔" ہانی فوراً سیدھی ہو بیٹھی۔

"کچھ لوگوں کو بولنے کی اتنی عادت ہوتی ہے کہ سوتے میں بھی بولتے رہتے ہیں۔" شہریار نے ہانی کو دیکھتے ہوئے کہا

"ہاں اور کچھ لوگ اتنے سڑیل ہوتے ہیں کہ عید پہ بھی نہیں مسکراتے۔" ہانی نے حساب برابر کیا۔

"چپ کر کے سحری کرو وقت کم ہے۔" پھوپھو کو پتہ تھا جب تک نہیں ٹوکیں گیں وہ چپ نہیں ہوں گے۔ نماز فجر ادا کرنے کے فوراً بعد طوبیٰ تو سوگئی تھی پر اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ شہریار کے لیکچر تھے اور وہ صبح کا گیا شام کو واپس آتا۔ وہ آزاد کشمیر یونیورسٹی میں ایچ اوڈی تھا۔ لیکچرار بننا اسکا شوق تھا اور اسے یہ جاب کرتے ایک سال ہوا تھا۔ وہ اپنی پڑھائی بھی ساتھ جاری رکھے ہوئے تھا۔ آج اسکے بہت ضروری لیکچر تھے۔ اب تو وقت اس لیے بھی کم ملتا تھا کہ کچھ طلبا کو انٹری ٹیسٹ کی تیاری بھی کروائی جا رہی تھی۔ وہ تیار ہو کر یونیورسٹی کے لیے نکل گیا تھا۔ آج اسے جلدی پہنچنا تھا۔ ہانی کو بہت کوشش کے باوجود بھی جب نیند نہ آئی تو وہ فیس بک کھول کر بیٹھ گئی۔ نیوز فیڈ دیکھتے ہوئے اچانک اسکی نظر ہنڈسم ڈیشنگ سوٹیڈ بوٹیڈ شہریار کی نیو پروفائل پک پہ نظر پڑی۔ اور پھر اس نے آ بیل مجھے مار والا کام کر دیا۔ ہانی نے اسکی کچھ دیر قبل بنائی جانے والی پکس اپلوڈ کر کے اسے ٹیگ کیا تھا۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ اور طمانیت سے مسکراتے ہوئے سوگئی۔ آج شہریار کے ساتھ سب کا رویہ عجیب تھا جو سٹوڈینٹ اسے دیکھ کر ہنسنا بند کر دیتے تھے۔ اسے دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ اسکے کولیگز اور ہر بندہ بس اسے دیکھتا اور ہنسنے لگتا۔ وہ پریشان سا سب کو اگنور کرتا رہا۔ لیکچر کے دوران بھی سب کی توجہ لیکچر پہ کم شہریار پہ زیادہ تھی۔ جب ضمیر کی کال آئی تھی۔ وہ بھی مسلسل ہنسے جا رہا تھا۔ شہریار کہ پوچھنے پر بھی کچھ نہیں بتا رہا تھا۔ شہریار نے غصے سے فون بند کر دیا۔ شہریار اپنی کلاس سے فارغ ہوا تو ضمیر کی کال ایک بار پھر آگئی تھی۔

"اب تم ہنسے نہ میں دانت توڑ دوں گا تمہارے۔" شہریار نے کال پک کرتے ہی کہا دوسری طرف ضمیر کا قہقہہ بلند ہوا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہا ہوا کیا ہے سب کو میری سینگ نکل آئے ہیں کیا۔" شہریار از حد پریشان تھا۔ دوسری طرف ضمیر اپنی ہنسی پہ قابو پانے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔

"اب کچھ بولو بھی۔" شہریار نے اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی۔

"آج تمہارے گھر کے برتن گلدان اور بہت سا قیمتی سامان ٹوٹنے والا ہے۔" ضمیر نے اب کی بار تھوڑا سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں ایسا کیا ہوا۔ شہریار حیران ہوا۔"

"ایک معصوم جان خطرے میں ہے۔"

"یار کیا بول رہے ہو کھل کے بتاؤ۔" شہریار زچ ہو چکا تھا۔

"تم جا کہ اپنا ایف بی اکاؤنٹ چیک کرلو سب پتہ چل جائے گا۔" ضمیر نے ہنستے ہوئے کہا اور کال کٹ کر دی۔ شہریار نے اپنے آفس جا کر سب سے پہلے اپنا اکاؤنٹ چیک کیا تھا۔ اور پہلی ٹیگ کی گئی پوسٹ سات بجے کی تھی۔ آڑھا ترچھا لیٹا شہریار کی انتہائی بے ڈھنگی تصویریں تھیں۔ اگر اس وقت ام ہانی اس کے سامنے ہوتی وہ سچ مچ اس کی جان لے لیتا۔ وہ ٹیگ ریموو کر دیتا پر اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ اور پھر اس پوسٹ پہ ایسے ایسے کمنٹ تھے کہ شہریار سے پڑھنا مشکل ہو گئے تھے۔ وہ غصے سے کھولتا ہو ٹائم سے پہلے ہی گھر کے لیے نکل آیا تھا۔ ہانی نماز عصر کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ اور اس پوسٹ پہ کمنٹ کرنے والے ایک ایک بندے کو رپلائے کر رہی تھی۔ وہاں شہریار کے دوست کولیگز اور بہت سے سٹوڈنٹ تھے۔ "سر یو آر ویری ہاٹ چارمنگ گڈ لکنگ آپ سوتے میں اچھے لگتے ہو سر آپ ایسے سوتے ہو کیوٹ۔" ہانی پڑھ پڑھ کر مسکرائے جا رہی تھی۔

"ہانی مجھے کیوں لگتا ہے کہ کچھ گڑبڑ ہے۔" طوبیٰ نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا گڑبڑ ہو سکتی ہے۔" وہ معصوم بنی اس سے پوچھ رہی تھی۔

"اب اس کے بارے میں میں کیا کہہ سکتی ہوں۔" طوبیٰ اسکے ساتھ بیٹھی۔

"جو گڑبڑ ہونی تھی ہو چکی۔" ہانی نے لاپرواہی سے کہا۔

"کیا کیا ہے تم نے۔" طوبیٰ سیدھی ہو بیٹھی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا۔" اسی دوران لاؤنج کا دروازہ زوردار دھماکے سے کھلا تھا۔

"یا اللہ خیر" طوبیٰ نے دہل کر کہا۔

"کیا شرارت کی ہے اب تم نے جلدی بتاؤ۔" طوبیٰ نے اسے گھورا

"اپنی آئی ڈی چیک کرلو۔" وہ سکون سے بولی۔ طوبیٰ نے فوراً سے اپنا موبائل پکڑ کر چیک کیا۔

"یہ کیا کر دیا ہانی اب تیری خیر نہیں۔" طوبیٰ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ مگر طوفان نے اپنا رخ اپنے کمرے کی جانب موڑ لیا تھا۔ طوبیٰ نے سکھ کا سانس لیا۔ ہانی کو تو رتی برابر بھی اسکے غصے کی پرواہ نہیں تھی۔ افطار کے وقت تک خاموشی چھائی رہی تھی۔ طوبیٰ جانتی تھی وہ خاموش نہیں بیٹھے گا۔ اور ہانی کو اس کے غصے کی پرواہ ہی کہاں تھی۔ وہ افطاری کے لیے بھی باہر نہیں آیا اور پھر افطاری کا سامان طوبیٰ نے اس کے کمرے تک پہنچا دیا تھا۔

"یہ پہلے عشرے میں ہی اعتکاف بیٹھ گیا ہے۔" ہانی نے طوبیٰ کو اسکی افطاری لے جاتے دیکھا تو بول پڑی۔

"ہو سکتا ہے روزہ زیادہ لگ گیا ہو۔" پھوپھو نے دعا مانگتے ہوئے کہا۔ طوبیٰ اس پہ ایک نظر ڈال کر آگے بڑھ گئی۔ افطاری کے بعد نماز مغرب ادا کی گئی تھی۔ وہ نماز کے لیے مسجد گیا تھا جب ہانی نے نیا شوشا چھوڑا۔

"یار میں بور ہو رہی ہوں مجھ سے گھر پہ نہیں بیٹھا جاتا۔ چلو باہر کچھ دیر واک کر کے آتے ہیں۔" ہانی گھومنے پھرنے کی از حد شوقین تھی کبھی بھی کہیں بھی جانے کے لیے تیار رہتی۔

"یار ہزار بار کی دیکھی جگہ ہیں باہر جا کہ کیا کریں رات گہری ہو رہی ہے شیری بھائی کو پتہ چلا خون پی جائیں گے ہمارا۔" طوبیٰ میں باہر واک کے لیے جانے کی بلکل ہمت نہیں تھی۔

"مجھے پتہ ہے تمہارا بھائی ڈرائیکولا ہے پر میں نہیں ڈرتی۔" ہانی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ گھسیٹا۔

"یار میں تھک جاؤں گی تراویح کون پڑھے گا۔" طوبیٰ نے ایک اور بہانہ بنایا۔

"کچھ نہیں ہوتا چلو۔" ہانی کے سامنے کم ہی کسی کی چلتی تھی۔ باہر سنسان صاف شفاف سڑک پہ اکا دکا آدمی ہی دکھائی دیئے تھے۔ یار دیکھو خالی سڑک خوف آ رہا ہے یار طوبیٰ سدا کی ڈرپوک تھی۔ اندھیرا کافی ہو چکا تھا۔ پر ام ہانی کے لیئے یہ سب بھی ایک ایڈونچر تھا اسے ایسے کام کرنے میں بہت مزہ آتا تھا جن میں خطرہ ہو جن میں سر فہرست شہریار سے پنگے لینا تھا۔ یار کچھ نہیں ہو گا میں ہوں نہ تمہارے ساتھ۔ ہانی نے اپنا کالر اکڑیا۔ طوبیٰ نے رک کر ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اس کے ساتھ چلنے لگی تھوڑے فاصلے پہ اسے محسوس ہوا تھا کہ کوئی ان کے پیچھے آ رہا ہے پر جب مڑ کے دیکھتیں تو کوئی دیکھائی نہ دیتا۔ اور یہ کافی بار ہوا تھا۔ ایک گھنٹے کی واک اور گپ شپ کے بعد وہ گھر کی طرف چل دیں تھیں۔ واپسی پر بھی طوبیٰ باتوں میں مصروف تھی اور ہانی یہ سوچ رہی تھی کہ ان کا پیچھا کون کر رہا ہے جو دیکھائی بھی نہیں دے رہا۔ وہ اس سوچ کو جھٹک کے طوبیٰ کی باتوں کا جواب دینے لگی۔ وہ لوگ گھر پہنچیں تو کافی دیر ہو چکی تھی۔ وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ دروازہ شہریار نے کھولا تھا۔ ام ہانی بنا اسے نوٹس کیئے آگے بڑھ گئی۔ بھائی وہ ہانی۔ طوبیٰ نے کچھ کہنا چاہا۔ شہریار نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا تھا۔ وہ سر جھکائے اگے بڑھ گئی۔ شہریار بھی گیٹ بند کر کے ان کے پیچھے ہو لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

وہ لوگ نماز سے فارغ ہو کر عید کے لیے کپڑوں کے سٹائل دیکھ رہیں تھیں۔ جب دروازہ بنا ناک کئے شہریار اندر چلا آیا۔ ام ہانی اسے دیکھ کر کافی بدمزہ ہوئی۔

"دوسروں کو مینرز سیکھانے کے لیے انسان کو پہلے خود ان پہ عمل کرنا چاہیے۔" ام ہانی نے شہریار کو ناگواری سے دیکھا۔

"تم اپنی حرکتوں سے باز آؤ گئی یا نہیں۔" وہ اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"کیا کیا ہے میں نے۔" وہ اسکے مقابل کھڑی ہوتے ہوئے بولی۔

"ان پکس کو شئیر کرنے کا کیا مقصد تھا۔" وہ غصے سے دھاڑا۔

"اچھا وہ پکس اس میں اتنا اوور ری ایکٹ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" وہ ایسے بولی جیسے یہ کوئی بات ہی نہ ہو۔

"میری ایک ریپوٹیشن ہے اور اسے خراب کرنے کی اجازت میں کسی کو نہیں دیتا۔ تمہیں بھی نہیں۔" شہریار نے اسکا بازو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے جھنجھوڑا۔

"اب ایسا بھی کونسا گناہ کر دیا۔" میں نے ہانی نے اسکا ہاتھ پیچھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

"یہ لاسٹ وارننگ ہے میری اب کوئی ایسی حرکت کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا ان فرینڈ نہیں کروں گا بلاک کروں گا۔" وہ اسے وارن کرتے ہوئے باہر چلا گیا۔

"بلاک کر کے دیکھاؤ ایسی ایسی چیزیں لیک کروں گی یاد کرو گے۔" ہانی نے بلند آواز میں کہا۔۔ شہریار کے کان اسکی آواز سے فیض یاب ہو چکے تھے۔ وہ بنا اسکی بات کو نوٹس لیے آگے بڑھ گیا جانور کہیں کا ہانی نے اپنا بازو سہلایا۔

"یار تم کیوں پنگے لیتی ہو ان سے۔" طوبٰی اب اسکے قریب کھڑی سمجھا رہی تھی۔

"اب دیکھنا یہ سب اس کھڑوس کو کتنا مہنگا پڑنے والا ہے۔" ہانی کی آنکھیں بتا رہیں تھیں کہ اس کے دماغ میں نئ کچھڑی پک رہی تھی۔

"یعنی ان کی اتنی باتوں کا تم پر بلکل اثر نہیں ہوا۔" طوبٰی نے حیرانگی سے کہا۔ طوبٰی ہانی سے دو سال چھوٹی تھی اور ام ہانی شہریار سے چار سال۔ ہانی نے سر نفی میں ہلایا اور دوبارہ موبائل میں گم ہو گئی۔ طوبٰی کی کوئی بات کم ہی اس پر اثر کرتی تھی۔ اور شہریار کی کوئی بات اس پہ اثر کرے ایسا ممکن نہیں تھا۔ طوبٰی ایک نظر اس پہ ڈال۔ کر سونے کے لیے لیٹ گئی۔

"طوبٰی طوبٰی جلدی اٹھ یہ دیکھ کیا ہوا۔" طوبٰی ابھی مکمل طرح سے سوئی بھی نہیں تھی جب اس اچانک آفت پر ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھی۔ کیا ہوا ہانی۔ طوبٰی نے مندی مندی پلکیں کھول کر اسے حیرانگی سے دیکھا۔

"تمہارے بھائی کا چکر چل رہا ہے۔" وہ آنکھیں نچا کر بولی۔

http://paksociety.com

عہدِ وفا

ایمان پریشے کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا منفرد ناول، محبت کی داستان جو معاشرے کے رواجوں تلے دب گئی، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

بجھ نہ جائے دِل دیا

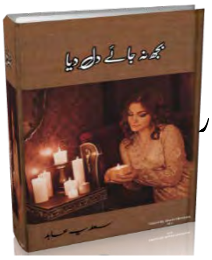

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، محبت، نفرت، عداوت کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

قفس کے پنچھی

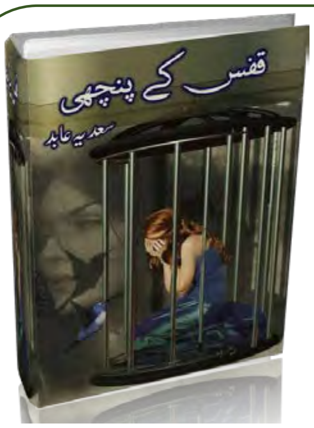

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، علم و عرفان پبلشرز لاہور کے تعاون سے جلد، **کتابی شکل** میں جلوہ افروز ہو رہا ہے۔

آن لائن پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

جہنم کے سوداگر

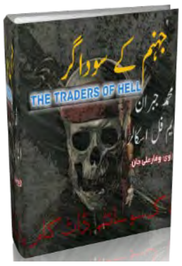

محمد جبران (ایم فل) کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ایکشن ناول، پاکستان کی پہچان، دنیا کی نمبر 1 ایجنسی آئی ایس آئی کے اسپیشل کمانڈو کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

شہیدِ وفا

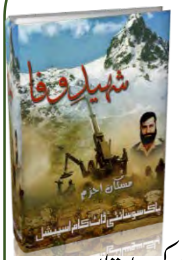

مسکان احزم کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ناول، پاک فوج سے محبت کی داستان، دہشت گردوں کی بزدلانہ کاروائیاں، آرمی کے شب و روز کی داستان پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

آپ بھی لکھئے:

کیا آپ رائٹر ہیں؟؟؟۔ آپ اپنی تحاریر پاک سوسائٹی ویب سائٹ پر پبلش کروانا چاہتے ہیں؟؟؟

اگر آپکی تحریر ہمارے معیار پر پوُرا اُتری تو ہم اُسکو عوام تک پہنچائیں گے۔ مزید تفصیل کے لئے یہاں کلک کریں۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام، پاکستان کی سب سے زیادہ وزٹ کی جانے والی کتابوں کی ویب سائٹ، پاکستان کی ٹاپ 800 ویب سائٹس میں شمار ہوتی ہے۔

"ہانی بکواس مت کرو قسم سے جان نکال دی مجھے لگا پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے۔" طوبٰی نے سر واپس تکیے پر گرایا۔

"اچھا سو مر جاؤ تم سے تو میں صبح نپٹوں گی۔" ہانی نے اسے گھورا۔ وہ کچھ دیر طوبٰی کو دیکھتی رہی اور پھر موبائل پکڑ کر طوبٰی کی آنکھوں کے سامنے کر دیا۔ طوبٰی اب کے کرنٹ کھا کر سیدھی ہو بیٹھی تھی۔

"یہ کون ہے۔" طوبٰی کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"آپ کی ہونے والی بھابی۔" ہانی نے شان بے نیازی سے کہا۔

"بکو مت دیکھو کتنی بے حیا ہے نہ پہننے کا ڈھنگ نہ کھڑے ہونے کا۔" طوبٰی نے شہریار کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے سلیولیس شارٹ شرٹ اور ٹائٹ جینز پہنے بنا دوپٹے کے کھڑی لڑکی کو کوسا۔

"اب تو اسی پہ گزارہ کرنا پڑے گا۔" ہانی نے انگڑائی لی۔

"اچھا اب سوتے ہیں۔"

"سوتے ہیں کی بچی میری نیند اڑا کر اور تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ۔" طوبٰی خاموش ہوئی۔

"اس دن جب میں شہریار کو کھانے پر بلانے گئی تھی اور فون پر جس قسم کی گفتگو ہو رہی تھی۔ اس سے اندازہ ہو گیا تھا۔" ہانی لاپرواہی سے کہتی لیٹ گئی۔ طوبٰی اب حقیقی معنوں میں پریشان ہو گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

سحری کے ٹیبل پر بھی شہریار کا موڈ خراب تھا اور ہانی کو تی برابر بھی اس بات کی پرواہ نہیں تھی۔ اسکا دماغ تو کچھ اور ہی سوچنے میں مصروف تھا۔ طوبٰی بے چینی سے پہلو بدلتی کبھی شہریار کو دیکھتی کبھی ہانی کو۔ اس کے ذہن سے وہ تصویر نہیں نکل رہی تھی۔ وہ ابھی ٹکٹکی باندھے شہریار کو دیکھ رہی تھی۔

"طوبٰی کیا بات ہے ایسے کیوں دیکھ رہی ہو۔" شہریار کب سے نوٹ کر رہا تھا۔ جب رہا نہ گیا تو پوچھ لیا۔

"کچھ نہیں بھائی۔" طوبٰی فوراً پلیٹ پر جھکی۔ شہریار کو کوئی کال آئی تھی۔ وہ اپنی سحری ادھوری چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ہانی نے طوبٰی کو ٹھوکا دیا۔ طوبٰی نے شہریار کی پشت کو دیکھا اسکا شک اب یقین میں بدلنے لگا تھا۔ شہریار کافی دیر فون پر مصروف رہا تھا۔ وہ لوگ برتن سمیٹ کر نماز پڑھنے چل دیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

"طوبٰی اٹھو یار باہر واک پہ چلتے ہیں۔" ہانی جب تک افطاری کے بعد باہر نہ جاتی اسے سکون ہی نہیں آتا تھا۔

"یار اس دن بھی بڑی مشکل سے ڈانٹ سے بچے تھے آج ہمت نہیں ہے۔"

"تم چلو اس جلاد کو میں دیکھ لوں گی۔" وہ مسلسل انکار کر رہی تھی پر ہانی نے پہلے کب کسی کی سنی تھی۔ اسے اپنے ساتھ لے کے ہی گئی۔ موسم بہت خشگوار تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چاروں طرف پھیلی ہریالی آج کافی لوگ چہل قدمی کے لیے آئے ہوئے تھے۔

"یار مجھے پتہ نہیں ہر بار یہاں آکر اتنا مزہ آتا ہے جسے میں پہلی بار آئی ہوں۔" ہانی نے اپنے بازو کھولتے ہوئے بند آنکھوں سے ہوا کو محسوس کیا۔

"پتہ نہیں میں تو بور ہو گئی یہ سب دیکھ دیکھ کر۔" طوبیٰ منہ بنا کر بولی۔

"ناشکری۔" ہانی نے اسے گھورا وہ اسی طرح باتیں کرتیں کرتیں بہت اگے نکل آئیں تھیں۔ کوئی انکا پھر سے پیچھا کر رہا تھا۔ گھر سے تھوڑے فاصلے پر ہی ہانی کو محسوس ہوا۔ پر اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ جو بھی ہے اسے کیا تھوڑی دیر چہل قدمی کے بعد محلے کی ایک دو آنٹیوں سے گپ شپ ہونے لگی تھی۔ وہاں ایک محفل جم گئی تھی۔

"ہانی گیارہ بج گئے۔" طوبیٰ وقت دیکھتے ہوئے اچھل پڑی تھی۔

"ہاں ہر روز بجتے ہیں اس میں کونسی بڑی بات ہے۔"

"یار شیری بھائی گھر آ گئے ہوں گے اور ہم لوگ گھر سے کافی دور ہیں پندرہ سے بیس منٹ لگ جائیں گے اٹھ جاؤ۔" طوبیٰ نے پریشانی سے کہتے ہوئے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کیا۔

"اچھا آنٹی کل ملاقات ہوتی ہے۔" ہانی بڑے برے دل سے اٹھی تھی۔ اور سب کو خدا حافظ کہتی اس کے ساتھ ہو لی۔

"کیا مصیبت ہے یار اتنا مزہ آ رہا تھا۔" ہانی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو جو مزا گھر جا کر آئے گا لگ پتہ جائے گا۔" طوبیٰ نے خفگی سے کہا۔

"یار تم پتہ نہیں شہریار سے کیوں ڈرتی ہو میں ہوں نہ تمہارے ساتھ میں ہینڈل کر لوں گی۔" وہ اسے تسلی دیتے ہوئے بولی۔ ہانی کو اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔ اس نے فوراً گردن گھما کر دیکھا۔ پیچھے ہمیشہ کی طرح کچھ نہیں تھا۔

"یار ہانی جلدی چلو اب تو یہاں سے بھی خوف آ رہا ہے۔" طوبیٰ ہانی کا ہاتھ پکڑ کر تیز تیز چلنے لگی۔

"یار آہستہ چلو تمہارے ساتھ ام ہانی ہے تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ایسی چیزوں سے نمٹنا مجھے اچھی طرح آتا ہے۔" ہانی نے بلند آواز میں کہا۔ وہ جو بھی تھا ان کے گھر سے کچھ پیچھے غائب ہو جاتا تھا۔

"یار لازمی تو نہیں کہ کوئی انسان ہو کوئی بھوت بھی ہو سکتا ہے۔" طوبیٰ نے خوف سے کہا۔

"ہاہاہا بھوت۔" ہانی نے قہقہہ لگایا۔

"تم مذاق مت سمجھو۔" طوبیٰ نے برا منایا۔ ہانی نے ڈور بیل پہ ہاتھ رکھا۔

"اچھا اس بھوت سے تم ڈر گئی اور جو بھوت تمہارے گھر میں ہے اسکا کیا۔" ہانی بیل پہ ہاتھ رکھے رکھے بولی دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا تھا اور کھولنے والے نے اسکا ہاتھ اپنی مضبوط گرفت میں لے کر اندر کھینچا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔" ہانی اس اچانک آفت کے لیے تیار نہیں تھی۔ وہ وہ اپنا ہاتھ ایک جھٹکے سے اسکی گرفت سے آزاد کرواتے ہوئے غصے سے بولی۔

"یہ شریفوں کا گھر ہے اور یہاں سحری سے پہلے ہی سب سو جاتے ہیں۔ بیل پہ ہاتھ رکھ کر بھول جاؤ گی تو یہ سب ہی کرنا پڑے گا۔" طوبیٰ موقع کا فائدہ اٹھا کر اندر بھاگ گئی تھی۔

"ہاں تو کیا ہوا غلطی سے ہو گیا۔" وہ یوں ہی اسے غصے سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"یہ وقت ہے کوئی گھر آنے کا۔" شہریار نے اپنی کلائی پہ بندھی رسٹ واچ اس کے سامنے کی۔ گیارہ پینتیس ہوئے تھے۔

"ہاں تو کیا ہوا کبھی کبھی لیٹ ہو جاتا ہے۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"آج آخری غلطی سمجھ کے معاف کر رہا ہوں کل سے دس بجے کے بعد تم لوگ باہر سے آئیں مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" وہ اسے گھورتے ہو جانے کے لیے مڑا۔

"شہریار مشتاق تم سے زیادہ برا تو پہلے ہی اس روئے زمین پر کوئی نہیں ہے۔" ہانی بڑبڑائی۔

"تم نے مجھ سے کچھ کہا۔" وہ اس کی بڑبڑاہٹ سن کے جاتے ہوئے رکا۔ پر شکر اسے سمجھ نہیں آئی تھی۔

"نہیں تو۔" ہانی نے کہتے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔

"اور ہاں یہ بڑبڑانے کی عادت چھوڑ دو۔" وہ اسے کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ وہ بھی پاؤں پٹختی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"پتہ نہیں خود کو سمجھتا کیا ہے ہر کسی کو نصیحت کرنا فرض سمجھا ہوا ہے۔ ہم تو چھوٹے دودھ پیتے بچے ہیں ناں۔" وہ بولتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔

"اور تم مجھے اس تھانیدار کے پاس تفتیش کے لیے چھوڑ کر خود اندر بھاگ آئی۔" اس نے طوبیٰ کو گھورا۔

"ظاہر ہے جس نے واردات کی ہے وہ بھگتے تفتیشیں۔" طوبیٰ نے لاپرواہی سے کہا

"تمہارے بھائی جیسا جلاد صفت آدمی زندگی میں نہیں دیکھا میں نے اور یہ خود پنگے لینے کی کوشش کر رہا ہے۔ اب جب میں جوابی کروائی کروں گی تب جناب کا منہ بن جائے گا۔" ام ہانی کمرے میں آتے ہی طوبیٰ پر چڑھ دوڑی۔

"یار میرا کیا قصور جس کام سے وہ منع کریں وہ تو تم نے لازمی کرنا ہوتا ہے۔" طوبیٰ ابھی وضو کر کے نکلی تھی۔

"تم ہمیشہ مجھے غلط کہنا اب اسے میں بتاؤں گی۔" وہ بھی غصے سے کہتی وضو کرنے چل دی۔ وہ لوگ نماز سے فارغ ہو کر باتیں کرنے لگیں تھیں۔

"ہانی مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تمہارے دماغ میں کچھ چل رہا ہے۔" طوبیٰ نے اسے مشکوک نظروں سے گھورا۔

"نہیں میرے دماغ میں کیوں کچھ چلے گا۔" وہ گڑبڑائی۔

"اور میرے پاس فالتو کا ٹائم نہیں ہے کہ تمہارے اس فضول بھائی کے بارے میں سوچوں۔" ہانی نے جلدی سے بات سنبھالی وہ قبل از وقت کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتی تھی۔ اب تو لازمی کوئی بات ہے طوبیٰ کو اب یقین ہو گیا تھا۔ ورنہ ام ہانی اور یوں اس طرح معصومیت سے انکار۔

"نہیں یار میں کیوں جھوٹ بولوں گی۔۔" وہ موبائل پہ نظریں جمائے بولی۔

"ہانی خدا کے لیے اس بار کچھ مت کرنا بہت مہنگا پڑے گا تمہیں۔۔" طوبیٰ اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تم لوگ ابھی تک بیٹھی ہو سحری کون بنائے گا۔" شہریار اندر داخل ہوتے ہوئے بولا۔ ان دونوں نے بیک وقت گردن اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اب میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو دنوں کچن میں جاؤ اٹھ کے۔" وہ ان سے کہتے ہوئے جانے کے لیے پلٹا۔

"پہلے ہم کب سحری بناتے ہیں جو آج بنائیں گے۔" ام ہانی نے منہ بنا کر کہا۔

"امی کی طبعیت ٹھیک نہیں ہے اس لیے اگر روزہ رکھنا ہے تو بنا لو کچھ اٹھ کے۔" وہ جاتے ہوئے رکا اور ایک نظر ان پہ ڈالتے ہوئے بولا۔

"امی کی طبعیت خراب ہے پر ہمیں تو نہیں پتہ کیا ہوا۔" طوبیٰ پریشان سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم دونوں گھر پہ رہو تو پتا چلے نہ کہ یہاں ہو کیا رہا ہے۔" وہ ایک ملامتی نظر ہانی پہ ڈالتے باہر چلا گیا۔

"ہانی اب اٹھ جاؤ ورنہ بنا سحری کے روزہ رکھنا پڑ جائے گا۔" طوبیٰ اسے کہتے ہوئے باہر کی جانب لپکی۔ ہانی بھی بادل نخواستہ اس کے پیچھے چلی گئی۔

"یار ہانی تمہیں پراٹھے بنانے آتے ہیں۔" طوبیٰ کچن میں کھڑی پریشانی سے بولی۔

"ہاں ہاں۔۔۔" یہ کون سا مشکل کام ہے وہ کمر کس کے میدان میں اتر آئی۔ اور پھر کچن کی جو حالت ہوئی۔۔۔۔

"یہاں کونسی جنگ ہوئی ہے۔" وہ لوگ سحری بنا کر فارغ ہوئیں تھیں۔ جب شہریار کچن میں کھڑا بکھرا وے کا مکمل جائزہ لیتے ہوئے بولا۔

"جو بھی ہوا ہے سحری بن گئی ہے نوش فرمالیجئے۔" وہ غصے سے کہتی باہر نکل گئی۔

"ایک تو کام کرواوپر سے باتیں سنو۔۔ کھڑوس انسان۔"

"کتنی بار کہا ہے کہ بڑبڑانے کی عادت چھوڑ دو جو بات سامنے کہنے کی ہمت نہیں ہوتی یوں بڑبڑانے کا فائدہ۔" وہ بڑبڑا رہی تھی جب وہ اسکے پیچھے کھڑا مزے سے بولا۔

"ہمت کی بات مت کرو شہریار مشتاق وہ ام ہانی میں بہت ہے۔" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

"اور رہی بات فائدے کی وہ تم سے بات کر کے مجھے کبھی ہوا نہیں۔" وہ کہتے ہوئے اگے بڑھ گئی۔ وہ بھی اسے ایک نظر دیکھ کر ڈائننگ ٹیبل پہ بیٹھ گیا۔

"یہ کیا ہے۔۔۔" شہریار نے پراٹھوں کا مکمل جائزہ لیتے ہوئے کہا۔۔

"انڈونیشیا کا نقشہ ہے۔ نظر نہیں آرہا پراٹھے ہیں۔" ام ہانی اسے گھورتے ہوئے بولی۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"یہ کچھ بھی ہو سکتا انڈونیشیا ملائشیا افریقہ کسی بھی ملک کا نقشہ ہو سکتا ہے پر یہ پر آٹھا نہیں ہو سکتا خدارا انھیں یوں نہ بدنام کیا جائے۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ہانی جل کے رہ گئی مگر بولی کچھ نہیں۔

"یہ مجھے بنگلہ دیش کا لگ رہا ہے۔" شہریار نے دوسرے پراٹھے کو بغور دیکھا۔

"یہ سری لنکا کا۔۔" اس نے دوسرا پراٹھا ہوا میں لہرایا۔

"یہ پاکستان کا۔۔" وہ تیسرا پراٹھا ہاتھ میں لیتے ہوئے ہنسا۔ ہانی صرف صبر سے اسے اور اسکی حرکتوں کو دیکھ رہی تھی۔

"انڈیا کا نقشہ نظر نہیں آرہا۔" اور پھر باری باری سارے ادھ جلے کچے پکے پراٹھوں کو دیکھتے ہوئے شہریار نے سوال کیا۔

"ہاں وہ ڈیڑھ ارب کی آبادی ایک پراٹھے اور پھر توے پہ سما نہیں سکتی نہ۔" طوبیٰ شرارت سے بولی۔۔۔

"ویسے یہ سارے ایشیا کے نقشے ہیں یو اے ای اور یو ایس اے سے کوئی خاص پرابلم ہے۔" وہ ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجائے معصومیت سے پوچھ رہا تھا۔

"اڑالو میرا مذاق کوئی بات نہیں تم دونوں کو تو یہ بھی بنانے نہیں آتے۔۔۔" ہانی نے طوبیٰ اور شہریار کو باری باری گھورتے ہوئے کہا۔

"بھئی ہم تو سچ بیان کر رہے ہیں اب کسی میں سچ سننے کا حوصلہ نہیں ہے تو۔" شہریار نے شرارت سے بھرپور نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہاں دیکھ لوگی جب تمھاری بیگم آکر پراٹھے بنائے گی۔ اسے تو یہ نقشے بنانے بھی نہیں آتے ہوں گے۔" وہ جل کے بولی۔

طوبٰی اسکا اشارہ بخوبی سمجھ گئی تھی اس لیے خاموش رہی کہیں یہ نہ ہو کہ جذبات میں کوئی الٹی سیدھی بات شہریار کے سامنے کہہ دے اور پھر۔۔۔

"بھئی میری بیوی کی تو بات ہی مت کرو اسکے جیسا دوسرا کوئی نہیں ہے اس روئے زمین پر۔" وہ ایک خوبصورت مسکان چہرے پہ سجائے تصورات کی دنیا میں کھو گیا۔ہانی کو اس وقت اس چڑیل کے لیے شہریار کے چہرے پہ آئی مسکراہٹ زہر لگی تھی۔

"ویسے تو ہنستا نہیں اس چڑیل کے لیے دانت باہر گرنے کو بے تاب ہیں۔ سڑو۔"ہانی نے دانت پیستے ہوئے سوچا۔۔اس بار اس نے بڑبڑانے سے گریز کیا تھا۔دوسری طرف طوبٰی کو اب پکا یقین ہو گیا تھا کہ وہ تصویر جھوٹ نہیں تھی دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔طوبٰی کا دل دکھ سے بھر گیا۔

"ویسے اب یہ پراٹھے کھانا چونکہ میری مجبوری ہے اس لیے پلیز طوبٰی چائے تم بنانا میرا چائے کا موڈ ہے قہوے کا نہیں۔۔"وہ کن اکھیوں سے ہانی کو دیکھتے ہوئے اٹھا۔۔

"چائے کا موڈ ہے قہوے کا نہیں ابھی مزہ چکھاتی ہوں۔"ہانی نے اپنے کمرے کی جانب بڑھتے شہریار کو دیکھتے ہوئے۔دل ہی دل میں ترکیب سوچ کر خود کو کول ڈاون کیا۔۔۔

"طوبٰی لاؤ یہ چائے میں دے آتی ہوں شہریار کو۔"ہانی نے کچن سے نکلتی طوبٰی کے ہاتھ سے ٹرے پکڑا۔طوبٰی نے اس کایا پلٹ کو حیرانی سے دیکھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو برتن سمیٹ دو۔"ہانی اسے کہتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

"راستے میں اس نے ہاتھ میں پکڑی نمک کی پڑیاں اس میں الٹ دی تھی۔"وہ جو شرارت کرتی کھلے عام کرتی تھی۔

"یار کم آن تم بات کو سمجھو۔اپنے گھر والوں کو منانے کی کوشش کرو۔ڈونٹ وری وہ مان جائیں گے۔۔۔"

"ایک تو ان دونوں کو بس فرصت نہیں ہے۔۔۔"ہانی چائے کی ٹرے لے کر باہر کھڑی ان کی باتوں سے فیض یاب ہو رہی تھی۔۔۔

"میرے گھر کی طرف سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔جب بولوں گا تب ہاں کر دیں گے۔"شہریار بات کرتے ہوئے ہنسا۔

"ہانی کو اس کی ہنسی زہر لگی۔"دروازہ بند تھا پر شہریار کی آوز اتنی بلند ضرور تھی کہ باآسانی سنی جا سکتی۔

"یعنی بات یہاں تک پہنچ گئی ہے۔"ہانی نے سوچتے ہوئے دروازے پہ دستک دی۔دروازہ فوراً کھل گیا تھا۔

"یہ آپکی چائے۔"وہ اسے چائے پکڑا کر واپس مڑ گئی تھی۔ہانی نے چائے کا ٹرے سامنے کرتے ہوئے جن نظروں سے اسے دیکھا تھا شہریار کو چونکانے کے لیے کافی تھی۔اسے کیا ہوا وہ سوچتا ہوا اندر چلا گیا۔

"تھو تو بہ ہے۔"چائے کا پہلا سپ لیتے ہی وہ اٹھ کے واش روم کی طرف بھاگا۔

"ایک تو یہ لڑکی باز نہیں آئے گی اپنی حرکتوں سے۔" وہ سوچتا ہوا باہر نکلا۔ اس چائے کے شیدائی کو اس پاگل لڑکی کی وجہ سے بنا چائے کے روزہ رکھنا پڑ گیا تھا۔ مگر وہ ہانی کی نظروں کو بھول نہیں پا رہا تھا۔ وہ اسی کے بارے میں سوچتا ہوا نیند سے بند ہوتی اپنی آنکھوں کو زبردستی کھولتے ہوئے مسجد روانہ ہو گیا۔

سچ کہتے ہیں عشق اندھا ہے۔

دل آیا گدھی پر پری کیا چیز ہے۔

"توبہ ہے شہریار تمہاری چوائس۔" وہ ایسی ہی باتیں سوچتی ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"طوبیٰ عید کی شاپنگ چھوڑو منگنی کی تیاری کرو۔" ہانی اندر داخل ہوتے ہوئے بولی۔

"کس کی منگنی بھئی۔" طوبیٰ نے حیرت سے اسے دیکھا

"تمہارے اس بھائی کی بات گھر والوں کو منانے تک آگئی ہے۔" ہانی ڈرامائی انداز میں کہتی بیڈ پہ بیٹھ گئی۔

"یار بس کیا کر سکتے ہیں بھائی کی چوائس ہے انکار تو نہیں کر سکتے نہ۔" طوبیٰ دکھے دل سے کہتی اس کے برابر بیٹھی۔

"ویسے شہریار کی چوائس پہ میں صرف افسوس کر سکتی ہوں۔ ٹائی لینے جائے تو پچاس ریجیکٹ کر کے ایک سلیکٹ کرتا اب کیا ہو گیا۔ اتنا بڑا فیصلہ کر لیا اس لڑکی کے ساتھ زندگی تو دور یہ ایک دن نہیں گزار پائے گا۔" وہ منہ کر بولی۔

"یار اب میں کیا کروں۔" طوبیٰ پریشانی سے بولی۔

"کچھ مت کرو منگنی کی تیاریاں کرو بس جب وہ چڑیل آجائے اسے بھگتنا بیٹھ کے۔" ہانی غصے سے اسے کہتے ہوئے لیٹ گئی۔

"ہائے ہانی پلیز کچھ کرو نہ۔" طوبیٰ نے اسے لجاجت سے کہا۔

"میں کیا کروں اس لڑکی کے حصے کی میں تمہارے بھائی سے شادی کرنے سے تو رہی۔" ہانی نے شان بے نیازی سے کہا۔

"واہ یار ہانی تم نے تو مسئلہ ہی حل کر دیا یار۔" طوبیٰ چہکی۔

"کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا۔" ہانی اچھل پڑی۔

"یار اس چڑیل سے تو بہت بہتر ہو تم پلیز میری بھائی کی زندگی تباہ ہونے سے بچا لو۔" طوبیٰ نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر فرط جذبات میں اسے گلے لگا لیا۔

"اپنے ازلی دشمن کی زندگی بچانے کے لیے میں اپنی زندگی کی خوشیاں داؤ پہ نہیں لگا سکتی۔" ہانی نے اسے پیچھے کرتے ہوئے کہا۔

"یار پلیز۔۔ وہ لڑکی مجھے ایک آنکھ نہیں بھائی میرے ہیرے جیسے بھائی کو پھنسا لیا۔۔" طوبیٰ روہانسے لہجے میں بولی۔

"رہنے دو اپنے ہیرے جیسے بھائی کو عقل پہ پتھر پڑ چکے ہیں اسکی۔۔" ام ہانی نے نخوت سے کہا۔

"یار بس کچھ کرتے ہیں۔" ہانی مزے سے کہتی نماز کے کیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ طوبٰی بھی اس کے پیچھے ہولی۔

☆☆☆☆☆☆☆

"یار آج تم نے واک پہ جانے کا نام نہیں لیا لگتا ہے کل والی ڈانٹ اثر کر گئی ہے۔" طوبٰی نے اسے دیکھتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"ہاں ہاں بالکل بہت زیادہ اثر ہوا ہے مجھ پر۔۔" ہانی نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر مسکرا کر میگزین میں گم ہوگئی۔

"یار یہ جوڑا دیکھو کتنا خوبصورت ہے پر ہائے میری قسمت کون لے کر دے گا۔" ہانی نے میگزین طوبٰی کے سامنے کرتے ہوئے دہائی دی۔

"ہو سکتا ہے کوئی اللہ کا بندے لے دے تم حوصلہ رکھو۔" طوبٰی نے ٹی وی سے نظریں ہٹا کر ایک نظر جوڑا دیکھتے ہوئے اسے تسلی دی۔

"سنا ہے تم فزکس میں فیل ہوگئی تھیں۔" وہ افطاری کے بعد بیٹھی اپنی ہی باتوں میں لگی تھیں۔ جب شہریار ان کے پاس جا کر بولا۔

"اللہ معاف کرے یہ کس نے کہا۔" ام ہانی اس کی بات سن کر اچھل ہی پڑی۔

"سچ کہا چھپ سکتا ہے۔" وہ مسکرا کر کہتے ہوئے سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"جی نہیں فیل نہیں ہوئی تھی بس نمبر کچھ کم تھے۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"ویسے یہ کس نے کہا آپ سے کہ میں فیل ہوئی تھی۔" ہانی نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"ماموں جان کی کال آئی تھی کہ میں کچھ وقت نکال کر تمہیں پڑھا دیا کروں۔" وہ فیل والی بات گول کر گیا تھا۔

"میں اور آپ کے پاس نیور۔" ہانی اس کی اگلی بات سے اتنی حیران ہوئی کہ پچھلی بات بھول گئی۔

"کیوں مجھ سے پڑھنے میں کیا پرابلم ہے تمہیں۔" وہ برہم ہوا۔

بابا کو دبئی میں بیٹھ کر بھی میری فزکس کی فکر پڑی ہے۔ اس نے دل میں سوچا۔ اور سر جھکائے خاموش رہی۔

"دس بج کر پندرہ منٹ پہ میں تمہارا انتظار کروں گا۔ نہ ایک منٹ اوپر نہ نیچے۔۔" شہریار نے اپنی ٹائمنگ بتائی وہ وقت کا بہت پابند تھا۔

"اوکے۔" وہ کہتے ہوئے میگزین ٹیبل پہ پٹختے ہوئے اندر چلی گئی۔ طوبٰی ٹی وی پر کوئی ڈرامہ دیکھنے میں مصروف ہوگئی۔ شہریار نے پاس پڑا میگزین اٹھایا اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆☆

"یار جلدی اٹھو نماز پڑھو۔" شہریار کے لاؤنج سے اٹھ کر جاتے ہی وہ طوبٰی کے سر پہ مسلط ہوگئی تھی۔

"کیوں یار ابھی بہت ٹائم ہے بعد میں پڑھوں گی۔" طوبٰی کسلمندی سے کہتی صوفے پر نیم دراز ہوئی۔

"ابھی اٹھو جلدی ٹائم کم ہے۔" ہانی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھایا۔ اور اسے نماز پڑھوا کر دم لیا۔

"ہانی ہوا کیا ہے خدا کے لیے بتاو تو سہی۔" طوبیٰ کو کچھ گڑبڑ لگ رہی تھی۔

"یار تم چلو بتاتی ہوں۔" اس سے پہلے کہ طوبیٰ کچھ سمجھتی وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر گیٹ سے باہر تھی۔

"یار ہانی ہم اس وقت تو باہر نہیں جاتے دس بج رہے ہیں آج کیا ہوا ہے۔ شیری بھائی گھر پہ ہیں یار۔" طوبیٰ پریشانی سے بولی۔

"اسی لیے تو ہم جا رہے ہیں کہ دس بج رہے ہیں۔" ہانی نے فاتحانہ مسکراہٹ طوبیٰ کی طرف اچھالی۔

"کیا مطلب۔۔" طوبیٰ نے نا سمجھی کے عالم میں اسکی طرف دیکھا۔ سڑک بلکل سنسان تھی۔

"یار کتنا سکون اور آزادی ہے ناں۔" ہانی نے خوشی سے بھرپور آواز میں کہا۔ وہ بات بدل گئی تھی۔

"ہانی سہی بتاو کیا چکر ہے۔" طوبیٰ چلتے ہوئے رک گئی تھی۔ اور اب شدید غصے کی کیفیت میں تھی۔

"یار کوئی چکر نہیں ہے تم بہت بورنگ ہو ایڈونچر کا تو تمہیں پتہ ہی نہیں ہے۔" ہانی نے برا سا منہ بنایا۔

"یار تمہارے ایڈونچرز تمہارے ساتھ ساتھ مجھے بھی مروائیں گے۔" طوبیٰ نے اسے گھورا۔

"یار اسی میں زندگی کا مزہ ہے۔" ام ہانی شرارت سے ایک آنکھ دبا کر بولی۔

انھیں اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔ انھوں نے بیک وقت گردن موڑ کر دیکھا تھا۔

"آخر پانچ دن کے سسپنس کے بعد اس شخص کی صورت نظر آگئی تھی جو انکا پیچھا کر رہا تھا۔ طوبیٰ کو اپنا سانس رکتا محسوس ہوا۔

"ہانی جلدی چلو۔" طوبیٰ نے ہانی کا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے کہا۔

"یہ ہے کون ویسے۔" ہانی نے اس پر نظریں ہٹا کر طوبیٰ کو دیکھا۔

"جلدی چلو بتاتی ہوں۔" طوبیٰ اسکا ہاتھ یوں ہی تھامے تیز تیز چلنے لگی۔

"یار ایسے ڈر کے کیوں بھاگ رہی ہو ہیں کون یہ موصوف۔" ہانی نے اپنی رفتار آہستہ کرتے ہوئے طوبیٰ کو دیکھا۔

"یہ ایک نمبر کا لوفر لفنگا ہے۔ پورا محلہ پناہ مانگتا ہے اس سے چوری ڈاکہ مرڈر اور ریپ تک میں ملوث ہے جیل سے پتہ نہیں کب رہا ہوا۔" طوبیٰ خوف کہ زیر اثر بولی۔

"اچھا نام کیا ہے اسکا ہانی نے ایک بار پھر پیچھے مڑ کر دیکھا۔" وہ اسے دیکھ کر مسکرایا

"سنی نام ہے ماشااللہ رئیل نیم ہے۔ یار بار بار اسے مت دیکھو۔" طوبیٰ نے ایک بار پھر اسکا ہاتھ زور سے دبایا۔

"یار نام دیکھو اور کام دیکھو۔" ہانی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یار تمہیں اتنا سب سن کے بھی ڈر نہیں لگ رہا اس سے طوبیٰ نے حیرت سے ام ہانی کو دیکھا۔

"میں نے بہت دیکھے ہیں اس جیسے چھچھورے تم فکر مت کرو ام ہانی تمارے ساتھ ہے۔ ان جیسوں کو ٹھیک کرنا آتا ہے مجھے۔" وہ ایک آنکھ دبا کر بولی۔

"یار یہیں سے واپس چلتے ہیں۔" طوبیٰ نے رکتے ہوئے کہا۔

"کم آن ان جیسے لوگوں کے لیے میں اپنے پلانز خراب نہیں کر سکتی تم فکر مت کرو کچھ نہیں ہو گا۔" وہ طوبیٰ کو تسلی دیتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

"یار بھائی تمہارا ویٹ کر رہے ہوں گے تم یہاں آ گئی چلو گھر چلتے ہیں۔" طوبیٰ کہتے ہوئے اسکے پیچھے لپکی۔

"تمہیں پتہ ہے مجھے فزکس سے کیوں نفرت ہے۔؟" ہانی چلتے ہوئے رکی اور پھر مڑ کر طوبیٰ کو دیکھا۔ مقصد اس شخص کو یہ فیل کروانا تھا کہ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ طوبیٰ نے نفی میں سر ہلایا۔

"کیوں کے یہ شہریار مشتاق کا سبجیکٹ ہے۔ جب سے مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ فزکس ڈپارٹمنٹ کا ہیڈ بنا ہے اس دن سے میں فزکس میں انٹرسٹ لینا چھوڑ دیا ہے۔ جب میں اس کی وجہ سے کسی کے پاس نہیں پڑھ پائی اس سے کیسے پڑھ لوں۔" وہ شان بے نیازی سے کہتی آگے بڑھ گئی۔

"یار یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔" طوبیٰ بھی اس کے برابر چلنے لگی۔

"پتہ نہیں طوبیٰ جو چیز اس کو پسند ہوتی ہے مجھے خوامخواہ اس سے چڑ ہونے لگتی ہے۔" ہانی نے عجیب پریشانی سے کہا۔

"ہانی یہ بس تمہارے دماغ کا فتور ہے اور کچھ نہیں۔ کوئی اور بہن ہوتی ناں اب تک اپنے بھائی کی اتنی برائیاں سننے کے بعد تم سے قطع تعلق کر چکی ہوتی۔" طوبیٰ نے منہ بنا کر کہا۔ ہانی کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"چلو کوئی نہیں تم بھی اپنی خواہش پوری کر کے دیکھ لو۔" ہانی نے اسی طرح سے ہنستے ہوئے کہا۔۔ طوبیٰ نے پیچھے مڑ کے دیکھا تھا اور پھر پتھر کی ہو گئی تھی۔

"اگر تمہارا بھائی تعریف ڈیزرو کرتا تو میں کیوں اسکی برائی کرتی۔۔" ہانی طوبیٰ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے رکنے کے لیے کہا تھا۔

"مجھے تو ترس آتا ہے ان معصوم بچوں پر جن کا یہ ٹیچر ہے۔" پر وہ کہاں چپ ہونے والی تھی۔ ہنستے ہوئے بولی۔

"فی لحال تو مجھے تم پہ ترس آ رہا ہے۔" طوبیٰ نے آہستگی سے اسکے قریب ہو کر کہا تھا۔۔

"کیوں مجھ پہ کیوں ترس آ رہا تمہیں اپنے بھائی پہ ترس آنا چاہیے جس کا مجھ جیسی سٹوڈینٹ سے پالا پڑ گیا ہے۔ بڑا آیا مجھے پڑھانے والا ۔تم دیکھنا میں وہ۔" کہتے ہوئے پیچھے مڑی تھی۔ اور زبان دانتوں تلے دبا لی تھی۔ ام ہانی کو ہوا میں تیر چھوڑنے کی عادت تھی تیر سہی نشانے پہ جا لگا تھا۔ شہریار ان کے سامنے سینے پہ بازو باندھے ماتھے پہ بل ڈالے کھڑا تھا۔

"کیا تم۔" وہ دو قدم ان کے قریب ہوا۔ ہانی اس آفاد کے لیے کہاں تیار تھی۔

"میں کتنے اچھے سے پڑھتی ہوں۔" ہانی نے فورا بات سنبھالی۔

"فی الحال تم دونوں پہ مجھے ترس آرہا ہے۔" شہریار نے سرد لہجے میں کہتے ہوئے اپنے سے کچھ فاصلے پہ کھڑے سنی کو دیکھا۔ اور انھیں چلنے کا اشارہ کرتے آگے بڑھ گیا۔ ہانی جب دس بج کر بیس منٹ پر بھی نہیں آئی تو وہ اسے بلانے کے لیے باہر آیا تھا۔ وہ دونوں اپنے کمرے میں نہیں تھیں۔ شہریار کو اپنی کل والی وارننگ یاد آئی تھی۔ ہر بار یہ لڑکی وہ کرتی ہے جس سے میں منع کرتا ہوں۔ وہ شدید غصے کی کیفیت میں انکے پیچھے چلا گیا تھا۔ وہ ثنااللہ کو انکا پیچھا کرتے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ اگر وہ انھیں روز تنگ کرتا تھا تو طوبیٰ اب تک اسے بتا چکی ہوتی۔ پر وہ اتنا اچھا نہیں تھا شہریار اسے یوں ہی نظر انداز کر دیتا۔ ضرور ہانی نے بتانے سے منع کیا ہو گا۔ اسکا غصہ اور بڑھ گیا تھا۔ یہ لڑکی میری ضد میں کچھ بھی کر سکتی ہے۔ شہریار نے ایسی ہی کئی باتیں سوچتے ہوئے گھر تک کا فاصلہ طے کیا تھا۔

وہ دروازہ ایک دھماکے سے کھولتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا۔ وہ دونوں بھی سر جھکائے اسکے پیچھے تھیں۔ طوبیٰ کافی ڈری ہوئی تھی جبکہ ام ہانی اتنا نہیں ڈر رہی تھی اسے شہریار کو ہینڈل کرنا آتا تھا۔ سلمہ بیگم اور مشتاق صاحب اپنے کمرے میں تھے۔ شہریار نے ان دونوں کو لاؤنج میں ہی روک لیا تھا۔

"طوبیٰ تم جاؤ تم سے میں بعد میں بات کروں گا۔۔" وہ جانتا تھا کہ طوبیٰ اسکے خلاف نہیں جا سکتی یہ سب ہانی کا کیا دھرا ہے۔ طوبیٰ سر اثبات میں ہلاتی کمرے میں چلی گئی تھی۔ ہانی نے کمرے کی طرف جاتی طوبیٰ کو حیرت سے دیکھا۔ وہ مانتی تھی سب اس کا کیا دھرا پر اس دوران وہ اس کے ساتھ تو کھڑی رہ سکتی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے کہ سارا قصور میرا ہے اس لیے تم نے اپنی بہن کو کمرے میں بھیج دیا۔" ہانی نے شہریار کو دیکھتے ہوئے غصے سے کہا تھا۔

"ظاہر ہے جب میں نے تم سے کہا تھا کہ تم دس بجے کہ بعد گھر سے باہر نہیں جاؤ گی تو۔ میرے خلاف جانے کی جرات تو تم ہی کر سکتی ہو۔ پکڑے جانے پر تفتیش بھی تم سے ہی کروں گا نہ۔" وہ ضبط سے مٹھیاں بھیچ کر بولا۔

"تم مجھ پہ اپنی مرضی مسلط نہیں کر سکتے ام ہانی کا جو دل کرتا ہے وہ وہی کرنے کی عادی ہے۔" ہانی نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"مجھے لوگوں کو اپنی مرضی کا پابند کرنا آتا ہے۔" وہ بھی اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مضبوطی سے بولا۔

"وہ اور لوگ ہوتے ہوں گے ان میں ام ہانی شامل نہیں ہے۔" وہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئی تھی۔

"وہ لڑکا کون تھا۔" شہریار نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے جانے سے روکا۔

"کون لڑکا؟" ہانی نے مڑتے ہوئے سوالیہ نظروں سے شہریار کو دیکھا۔ سنی اس وقت اس کے ذہن میں نہیں تھا۔

"وہ جو تمہارا پیچھا کر رہا تھا۔ یا شاید تمہارے پیچھے روز آتا ہے۔ اسی لیے تمہارا دل گھر میں نہیں لگتا۔" شہریار نے حیرت کے بعد اسکی آنکھوں میں شناسائی ڈھونڈھنے کی کوشش کی تھی۔ ہانی کو وہ لڑکا یاد آیا تھا۔ شہریار کی باتوں نے اسکے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔

"میرا بوائے فرینڈ ہے تمہیں کیا مسئلہ ہے۔" ام ہانی جل کر بولی۔

"اپنے بوائے فرینڈ سے کہنا دوبارہ مجھے اس گلی میں بھی نظر آیا تو اپنی ٹانگوں پر گھر نہیں جائے گا۔ اور تم پانچ منٹ میں اپنی بکس لے کر میرے روم میں آؤ طوبیٰ سے کہو ایک کپ چائے بنا کے دے مجھے۔" وہ اسے آڈر دیتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ ام ہانی کا دل چاہ رہا تھا کہ پاس پڑا گلدان اٹھا کر اس کے سر پہ دے مارے۔ وہ اسکی پشت کو گھورتے ہوئے پیر پٹختے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"دو پوائنٹس ہو گئے ہیں اب یہ بندہ میرے ہاتھوں نہیں بچتا۔" ام ہانی غصے سے کہتی اندر داخل۔ ہوئی۔

"کیا بول رہی ہو لگتا ہے ٹھیک ٹھاک والی کلاس لگی ہے تمہاری اور لو پینگے۔۔" طوبیٰ کی ہنسی نے جلتے پہ تیل کا کام کیا تھا۔

"میں نے اس کے لیے تین پوئنٹس رکھے تھے۔ وہ بیڈ پہ طوبیٰ کے قریب بیٹھی۔ "یعنی تین مواقع۔" اس نے طوبیٰ کو دیکھا۔ "دو یہ ضائع کر چکا ہے اب میں تیسرے کے انتظار میں ہوں۔ وہ ہاتھ آئے پھر اسکو سہی والا مزہ چکھاؤں گی۔" وہ شدید غصے میں تھی۔۔

"یار بتاؤ کیا ہوا ہے۔" طوبیٰ نے اپنی ہنسی کو بریک لگایا۔

"اسے لگتا ہے کہ اس سنی ٹنی کو میں نے اپنے پیچھے لگا رکھا ہے۔ تمہیں تو وہاں سے ایسے بھیجا جیسے اسکا ہمارا پیچھا کرنے میں سارا قصور میرا ہے۔" وہ جل کے بولی۔

"اچھا پھر کیا کہا تم نے۔" طوبیٰ اس کے قریب ہوئی۔

"میں نے بھی کہہ دیا بوائے فرینڈ ہے میرا جو کرنا ہے کرلو۔" وہ غصے سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔

"یہ کیا کیا پاگل لڑکی۔" طوبیٰ نے اپنا سر ہاتھوں میں گرایا۔

"ماتم بعد میں کرنا اپنے اس جلاد صفت بھائی کو چائے دے کے آؤ ورنہ پھر سر پر مسلط ہو جائے گا آ کر۔ مجھے کہتا چائے میں زہر دے کہ آتی۔" ہانی دانت پیستے ہوئے طوبیٰ سے کہتی بک ریک کی طرف بڑھی۔

"یار مجھے تو ڈر لگ رہا ہے سب میری شامت آئے گی۔" اسنے ڈرتے ہوئے کہا۔

"مجھے کیا تمہارا بھائی ہے بھگتو۔" وہ بے پرواہی سے کہتی اپنے نوٹس اور بکس لے کر دروازے کی جانب بڑھی۔

"تم۔ کہاں جا رہی ہو۔" طوبیٰ نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"ڈیٹ پہ۔ نظر نہیں آ رہا تمہارے اس کھڑوس بھائی کے پاس جا رہی ہوں۔" ہانی غصے سے بکس اسکے سامنے کرتے ہوئے بولی اور آگے بڑھ گئی۔ طوبیٰ بھی چائے بنانے کے لیے اٹھ گئی۔

ام ہانی جب اسکے کمرے میں داخل ہوئی وہ سٹڈی ٹیبل پہ بیٹھا کچھ نوٹس بنا رہا تھا۔ہانی نے دروازہ زور دار آواز سے بند کیا۔وہ یوں ہی اپنے کام میں کھویا رہا جیسے کچھ سنا ہی نہیں۔ام ہانی نے بیڈ کے قریب رکھی چیئر پہ بیٹھتے ہوئے بکس کو ذور داور آواز کے ساتھ سائیڈ ٹیبل پہ پٹخا۔اور شہریار کی پشت کو گھورا۔۔

"اس اٹھاخ پٹاخ سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہونے والا تمہیں۔" شہریار نے اپنا پین فائل پہ رکھا اور مکمل اسکی طرف گھوما۔۔وہ ابھی تک اسے ہی گھور رہی تھی۔"مجھے گھورنے کی بجائے اگر تم اپنی پڑھائی پہ توجہ دو تو زیادہ بہتر ہے۔" وہ ہانی کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔ہانی نے بکس اٹھا کر اپنے گود میں رکھیں اور اور ان کی ورک گردانی کرنے لگی۔

"یہ میگزین نہیں ہے۔اگر آپ اس کا کوئی چیپٹر نکال کر پڑھنے کی زحمت کر لیں تو زیادہ بہتر ہے۔" ہانی نے گھور کر اسے دیکھا اور پھر ایک چیپٹر کھول کے اسکے پوئنٹس نوٹ کرنے لگی۔اور شہریار واپس اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا جب طوبیٰ چائے لے کر کمرے میں آئی۔۔

"بھائی آپکی چائے۔" وہ ٹرے اس کے سامنے کرتے ہوئے بولی۔

"یہاں مت رکھو بہت اپمورٹنٹ نوٹس ہیں تم وہاں رکھو۔" شہریار نے ٹرے پیچھے کرتے ہوئے کمرے میں رکھے سنٹرل ٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔طوبیٰ ٹرے رکھ کے جانے کے لیے مڑی۔

"طوبیٰ بات سنو۔" شہریار نے اسے جاتے ہوئے رکا۔۔وہ دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھے رکھے واپس گھوم گئی۔

"وہ لڑکا روز تم لوگوں کا پیچھا کرتا ہے کیا۔" شہریار پین ہونٹوں میں دبائے اب طوبیٰ کو دیکھ رہا تھا۔طوبیٰ نے ایک نظر ہانی پہ ڈالی اور پھر شہریار کو دیکھا۔

"طوبیٰ گھبراؤ مت۔شہریار نے اپنے کام میں مصروف ہانی کو ایک نظر دیکھا۔" وہ یوں شو کر رہی تھی جیسے وہ انکی باتین سن ہی نہیں رہی۔

"کب سے پیچھا کر رہا وہ لڑکا تم دونوں کا۔" شہریار نے طوبیٰ سے پوچھا نظریں اب بھی ہانی پر تھیں۔

"بھائی آج پہلی بار دیکھا ہم نے۔" اسے طوبیٰ نے گھبراہٹ میں پچھلے دنوں ہونے والے اپنے شک کو چھپا لیا تھا۔ہانی نے بامشکل اپنی مسکراہٹ کنٹرول کی۔

"سچ کہہ رہی ہو۔" شہریار نے ہانی کی چمکتی آنکھوں سے نظریں ہٹا کر طوبیٰ کو دیکھا۔شک تو اسے پہلے ہی تھا پر وہ خاموش ہو گیا۔

"بالکل سچ کہہ رہی ہوں آج پہلی بار ہم نے اسے دیکھا۔" طوبیٰ نے پھر سے اپنی بات دہرائی پر اس بار خود کو نارمل رکھا۔

"اچھا ٹھیک ہے جاؤ۔" شہریار نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اسے جانے کا کہا۔ طوبیٰ جان بچی سو لاکھوں پائے کے حساب سے باہر بھاگ گئی۔

"چائے دو مجھے۔" شہریار نے واپس ٹیبل کی طرف گھومتے ہوئے ہانی سے کہا۔۔ وہ منہ بناتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اور اسے چائے کی ٹرے پیش کی۔۔ شہریار نے ہاتھ بڑھا کر اس سے کپ پکڑنا چاہا۔ اور یہیں اس نے غلطی کی تھی۔ ام ہانی نے چائے کا ٹرے اس کے سامنے کیا اور ٹرے سے کپ پھسل کر فائل کے اوپر جا گرا۔ اور چائے ٹیبل سے ہوتی ہوئی شہریار کے کپڑوں کو داغدار کر گئی تھی۔ ام ہانی نے اپنا ہاتھ اپنے منہ رکھا۔

"تم سے بھلائی کی امید رکھنا صرف بے وقوفی ہو سکتی ہے۔" شہریار غصے سے دھاڑا۔

"میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔" ام ہانی نے اپنی صفائی پیش کرنا چاہی۔

"تم اور تمہارے ارادے سب سمجھتا ہوں میں۔" وہ ہنوز غصے میں تھا۔

"آئی ایم سوری میں سچ کہہ رہی ہوں میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔" ام ہانی ہر صورت اسے یقین دلانا چاہتی تھی کہ اس بار اس سب میں اسکی کوئی شرارت نہیں تھی۔

"صبح سے اس فائل کو ریڈی کرنے میں لگا ہوں اور تم نے سیکنڈز میں اسکا کام تمام کر دیا۔ کپڑے خراب کئے سو الگ کیسے یقین کر لوں ام ہانی میں تمہارا کہ میرے نقصان پہ تم ہی خوش ہو سکتی ہو اور یہ سب جان بوجھ کر کیا ہے تم نے۔" وہ سرد لہجے میں کہتا اس کے قریب ہوا۔

"تم مت کرو میرا یقین مگر یہ ہی سچ ہے۔" اس بار ام ہانی کا لہجہ بھی تھوڑا سخت ہوا۔

"ویسے ہی یقین کر لوں نہ جیسے پرسوں چائے میں نمک خود بخود ایڈ ہو گیا تھا۔" شہریار تمسخر سے ہنسا۔

"وہ میں نے شرارت۔"

"وہی تو اب بھی تو تم نے شرارت ہی کی ہے۔ ہر نقصان تمہارے لیے ایک فنتسی ہوتا ہے اور ہر غلط کام شرارت۔" وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی بول پڑا تھا۔

"ام ہانی کسی بھی غلطی پہ جو اس نے کی ہو جھوٹ سے کام نہیں لیتی پر اس وقت یہ ہی سچ ہے کہ میں نے یہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا اگر یقین کرنا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ۔" وہ بھی غصے سے کہتی باہر جانے کے لیے بڑھی۔ شہریار نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر روکا۔

ہانی نے پیچھے مڑتے ہوئے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"اب یہ سب جو برباد کیا ہے اسے ٹھیک بھی تم کرو گی۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔ کیا مطلب ہانی نے اپنا ہاتھ اسکی گرفت سے آزاد کروایا۔ "یعنی اب یہ سب تم مجھے لکھ کر دو گی اور میں صرف یہ کر سکتا ہوں کہ تمہیں لکھوا دوں۔" وہ کہتا ہوا کپڑے بدلنے چل دیا۔

"جلاد کہیں کا آج غلطی نہیں ہے پھر بھی سزا اللہ حساب لے گا تم سے اور کرو مجھ غریب پہ ظلم۔" ہانی حسب عادت بڑبڑاتے ہوئے کرسی پہ بیٹھ گئی۔ وہ چینج کر کے آیا اور بیڈ پہ بیٹھ کر سارے کاغذ پھیلا لیے۔ اور پھر وہ اسے سارے پوائنٹ نوٹ کرواتا رہا تھا۔ وہ اس قدر تیز رفتاری سے لکھوا رہا تھا کہ تقریباً آدھا کام مکمل کروا چکا تھا۔ اور ادھر اسکی سپیڈ کو فالو کرتے ہوئے ہانی ہانپ گئی تھی۔ اور پھر کچھ ہی دیر بعد شہریار کے نمبر پہ کال آگئی تھی۔ وہ دھیرے سے مسکرایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اسکی مسکراہٹ نے ام ہانی کے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔

"میرے آنے تک یہ کام مکمل ہونا چاہیے بیٹھ مت جانا۔" وہ اسے حکم صادر کرتا آگے بڑھ گیا۔ ام ہانی نے گھور کر اسے سٹڈی کی طرف جاتے دیکھا تھا۔

"بڑا آیا مجھے آڈر لگانے والا نہیں لکھتی۔۔" ام ہانی نے ہاتھ میں پکڑے نوٹس بیڈ پہ پٹخ دیئے تھے۔ اسکی کمر بیٹھ بیٹھ کر تختہ ہو گئی تھی۔ "پاگل آدمی ہر بار میرے ساتھ الٹے پنگے لیتا ہے۔ اور جب میں چھوٹی سی شرارت کر لوں۔ حساب لینے بیٹھ جاتا ہے۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور بولتے ہوئے ادھر ادھر چکر لگانے لگی۔ اور پھر تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر سٹڈی کے دروازے تک پہنچ گئی۔ اسی چڑیل کا فون ہو گا۔ اور کان لگا کر باتیں سننے لگی۔

"یار تم سے کہہ رہا ہوں کہ شادی کی بات مت کرو ابھی۔ ایک تو وہ پہلے ہی نہیں مان رہے اس رشتے کے لیے میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں تمہاری وجہ سے بس فی الحال منگنی کی بات کرو تم۔" سٹڈی کا دروازہ بند تھا۔ وہ ریلیکس سا بیٹھا بات کر رہا تھا۔ "کم آن میری فکر مت کرو میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں کوئی بھی مسئلہ ہو بے شک تمہارے گھر والے نا مانیں۔" "تم مرنے کی باتیں مت کرو۔" وہ تڑپ اٹھا۔ ام ہانی کا دل چاہا دونوں کو شوٹ کر دے۔ "کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اور تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔" وہ اب پریشان سا محسوس ہو رہا تھا۔ اسکی باتوں سے ایسا ہی فیل ہو رہا تھا کہ اب وہ واپس نہیں آنے کا۔ اس سے زیادہ ام ہانی سے سنا نہیں گیا۔ پتہ نہیں یہ سب اسے کیوں برا لگ رہا تھا۔ شہریار اس لڑکی کے لیے اتنا پاگل کیسے ہو سکتا ہے۔

"ایسی کیا خاص بات ہے اس میں۔ شہریار کو لڑکیوں کی کمی تو نہیں۔" وہ یہ سب سوچتے ہوئے واپس بیڈ پہ آکر بیٹھ گئی۔

اور پھر بہت چاہنے کے باوجود بھی وہ ایک لفظ نہیں لکھ پائی تھی۔ وہ کیوں پریشان ہو رہی تھی اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ اور پھر سینے پہ کتاب رکھے پین ہاتھ میں پکڑے بیڈ کراون سے ٹیک لگائے یہ سب سوچتے نجانے کب اسکی آنکھ لگ گئی۔ شہریار کمرے میں آیا تو

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

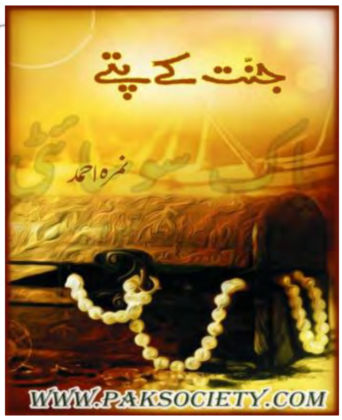

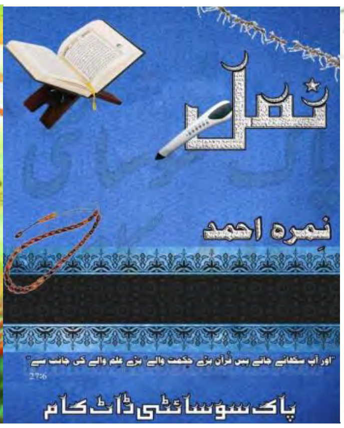

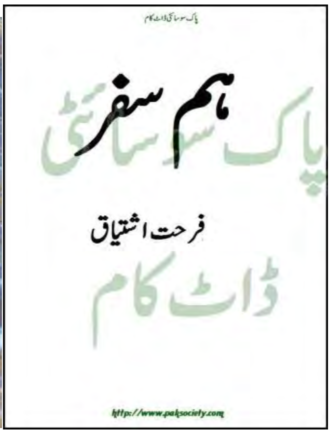

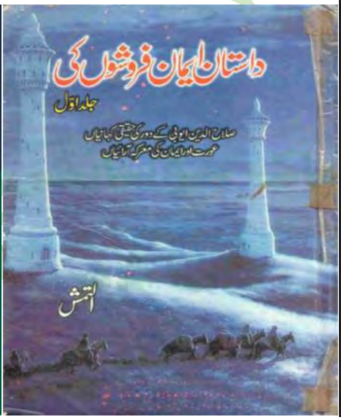

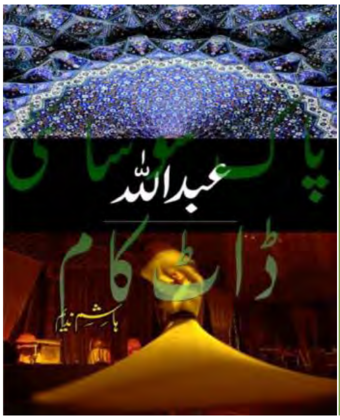

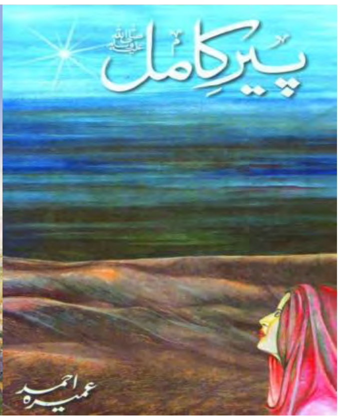

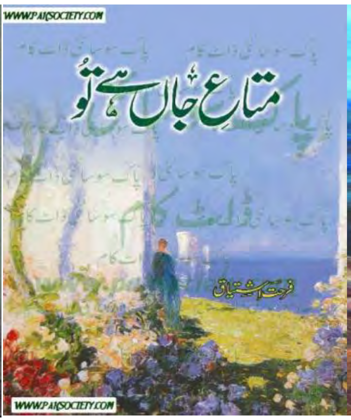

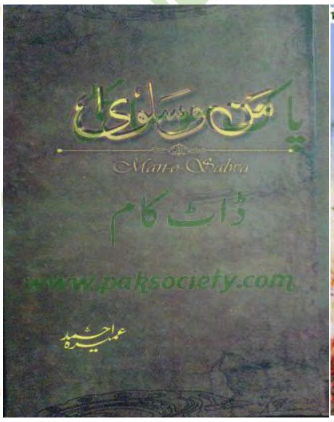

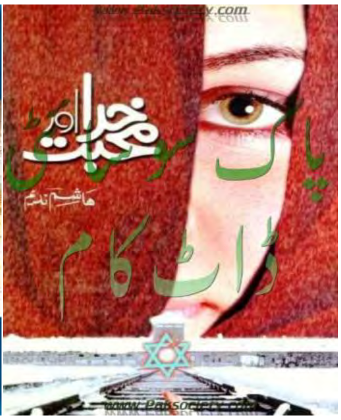

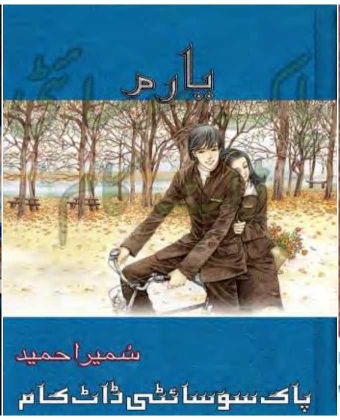

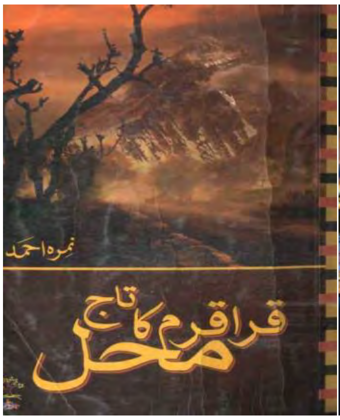

اسے سوتا پا کر مسکرا کر رہ گیا کال پہ بات کر کے موڈ کافی اچھا ہو گیا تھا اسکا۔ اس نے ٹھنڈ سے سمٹتی ام ہانی پہ اک نگاہ ڈالی اور اس پہ کمبل اوڑھا کر اے سی کی سپیڈ کم کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔

"ام ہانی اٹھ جاؤ سحری کا وقت ہو گیا ہے۔" طوبیٰ اسے جگانے کے لیے آئی تھی۔ اسنے حیرت سے پہلے کمرے کو اور پھر اپنے اوپر پڑے کمبل کو دیکھا۔ "اٹھ جاو ہانی ٹائم کم ہے۔" طوبیٰ کہتے ہوئے اگے بڑھ گئی۔ وہ بھی جلدی سے اٹھ کر اسکے پیچھے ہولی۔ سحری کرتے ہوئے اسکا داہنا ہاتھ سیدھا نہیں ہو رہا تھا۔ لکھ لکھ کر اب ہاتھ دکھنے لگا تھا۔ وہ لقمہ توڑتے ہوئے رکی اور اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ میں لے کر دبایا۔

"نازک مزاج لوگوں کو الٹی سیدھی شرارتیں کرتے ہوئے سوچ لینا چاہئے۔" مگر اسکی یہ حرکت شہریار کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہی تھی۔ "پھر ہر جانہ بہت مہنگا پڑتا ہے۔" وہ کن اکھیوں سے ام ہانی کو دیکھ کر مسکرایا۔ ام ہانی خاموش بیٹھی کسی اور ہی سوچ میں گم تھی۔ وہ اسی طرح خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"ام ہانی کیا ہوا تمہیں اتنی گم سم کیوں ہو۔" طوبیٰ بھی برتن سمیٹ کر کمرے میں اسکے پیچھے آگئی تھی۔

"نہیں تو کچھ نہیں ہوا مجھے۔" وہ مسکرائی۔

"یار تم اتنی چپ ہو میں نے سوچا پوچھ لوں۔" طوبیٰ نے کندھے اچکائے۔ ام ہانی نے موبائل پر سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

"اپنے بھائی صاحب سے پوچھ لیتیں معصوم لوگوں پہ ظلم کرتے شرم نہیں آتی۔ اس بار تو میری غلطی بھی نہیں تھی پر پوری فائل بنوائی مجھ سے۔" ام ہانی نے غصے سے کہتے منہ پھیر لیا۔

"یار بتاؤ تو اب مجھے کیا پتہ میرے وہاں سے جانے کے بعد کیا ہوا۔ طوبیٰ نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسکا چہرہ اپنی طرف موڑا۔ ہانی نے روہانسے لہجے میں ساری رام کتھا سنا ڈالی تھی۔ سوائے اس فون کال کے جس کی وجہ سے وہ بے چین تھی۔

"اس میں کونسی بڑی بات ہے ہانی یہ سب پہلی بار تو نہیں ہوا۔" طوبیٰ نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"طوبیٰ یار پلیز مجھے تنگ مت کرو میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔" وہ غصے سے کہتی سونے کے لیے لیٹ گئی۔ اگلا دن بھی اسی بے چینی کی نظر ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اگلے دو دن باہر نہیں گئی تھی۔ آج بھی افطاری کے بعد اسنے بہت منتیں کیئں تھیں تب جا کر طوبیٰ اس کے ساتھ جانے کے لیے راضی ہوئی تھی۔

"یار ہمارا باڈی گارڈ دکھائی نہیں دے رہا۔" باہر آتے ہی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اور ارد گرد کی رونق نے ہانی کا موڈ فریش کر دیا تھا۔

"کون باڈی گارڈ۔" طوبیٰ نے سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا۔

"یار دیکھ وہ سنی ہمیں کچھ کہتا تھوڑی ہے بس با حفاظت ہمیں واک کروا کر گھر تک چھوڑ آتا ہے۔" ہانی نے اپنی بات کے اختتام پر خود ہی قہقہہ لگایا تھا۔

"یار تم نہ شہریار بھائی کی ضد میں کسی حد تک بھی جاسکتی ہو۔" طوبیٰ بھی اسکی بات پر ہنس پڑی تھی۔

"بے شک۔" ہانی نے سر تسلیم خم کیا اور پھر وہ دونوں اسی طرح ہنسی مذاق کرتے گھر آ گئیں تھیں۔ شہریار نے انھیں دروازے پر رسیو کیا تھا۔ پر وہ خاموش رہا تھا ام ہانی پر کسی بات کا اثر ہو ایسا ممکن ہی نہیں تھا۔ وہ دونوں اپنے کمرے میں جانے کی بجائے وہاں لاونج میں ہی بیٹھ گئیں تھیں۔ وہ بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

"اب پھر کوئی لیکچر دینا ہو گا آپ نے۔" ہانی نے کہتے ہوئے شہریار کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"لیکچر نہیں ریکوسٹ ہے۔ لڑکی کے لیے سب سے زیادہ اپمورٹنٹ اسکی عزت ہوتی ہے۔ اور اسکی حفاظت کرنا اسکے ساتھ ساتھ اسکے گھر والوں کی بھی ذمے داری ہوتی ہے۔" وہ نظریں جھکائے دونوں سے مخاطب تھا۔ طوبیٰ سر جھکائے اسکی باتیں ذہن نشین کر رہی تھی۔

"میں تنگ نظر، تنگ ذہن مرد نہیں ہوں۔" ہانی ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہی تھی۔ "عورت کو اسکی جائز آزادی ملنی چاہیئے۔ میں اسکے حق میں ہوں۔ مگر فی الحال تم لوگ کسی کی نظر میں ہو اور وہ بہت بڑے گینگ کا ممبر ہے۔ تم لوگوں کا یوں اکیلے جانا ٹھیک نہیں ہے۔ زمانہ بہت خراب ہے۔" شہریار نے پریشانی سے دونوں کی طرف دیکھا۔

"یعنی زمانہ خراب ہے تو ہم گھٹ گھٹ کر مر جائیں۔" ام ہانی نے غصے سے کہتے ہوئے پاس پڑا کشن اٹھا کر اپنی گود میں رکھا۔

"میں گھٹ گھٹ کے مرنے کے لیے نہیں تم لوگوں کو اپنی حفاظت کے لیے کہہ رہا ہوں۔ مجھے ساتھ لے جانے پہ تم راضی نہیں ہو گھر پر تم ٹک نہیں سکتی۔ امی کو لے جاؤ سامنے والی آنٹی کے ساتھ ٹائمنگ سیٹ کر لو کسی کے ساتھ جاؤ اکیلے مت جاؤ۔" شہریار ہر صورت انھیں آنے والے خطرے سے بچانا چاہتا تھا۔ پر وہ بھول رہا تھا کہ سامنے ام ہانی ہے۔

"بھائی پچھلے تین دن سے وہ پیچھا نہیں کر رہا آپ فکر مت کریں ہم احتیاط کریں گے۔" طوبیٰ نے اسے یقین دہانی کروائی تھی۔ وہ سر اثبات میں ہلا کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"ہر بات پہ لیکچر دیتا ہے اسے لیکچرار کس نے بنا دیا۔" ام ہانی نے شہریار کی پشت کو گھورتے ہوئے کہا۔

"یار ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں تم بھی بس ہر بات غلط سائیڈ پہ لے کہ جانا۔" طوبیٰ نے شہریار کی حمایت کی۔

"ہاں یہ اتنا کنزرویٹو ہے کہ کسی کہ ہمیں دیکھنے پہ یہ اتنا سب کہہ گیا کو کچھ کہہ دیتا تو نجانے کیا کرتا۔چار دن کی مہمان ہو تم لوگوں کہ گھر برداشت نہیں ہو رہا موصوف سے۔"ہانی غصے سے کہتی اٹھ گئی۔

"ہانی وہ ہماری بھلائی ہی سوچ رہے ہیں۔"طوبیٰ نے بے چارگی سے اسکی طرف دیکھا۔

"ہماری نہیں صرف تمہاری سب سمجھتی ہوں اسکی بلا سے میں مر جاؤں اسے کیا۔لاہور میں اکیلی واک پہ جاتی ہوں آج تک کچھ نہیں ہوا۔"

"بس اسے مجھے ذلیل کرنے کا شوق ہے۔پابندی لگانا تو فرض سمجھ رکھا ہے۔"ہانی نے ہاتھ کے اشارے سے اسکی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"یار تمہیں ان کی نیت پہ شک کیوں رہتا ہے۔"طوبیٰ اب مکمل طور پہ زچ ہو چکی تھی۔ہانی ایک نظر اس پہ ڈال کر کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلے دو دن احتجاجی مہم پر رہتے ہوئے ہانی اپنے کمرے سے ہی باہر نہیں آئی تھی۔وہ سحری اور افطاری کے لیے آتی اور واپس چلی جاتی۔شہریار کو تو خاص طور پہ اگنور کرتی شہریار نے شکر ادا کیا کہ چاہے ناراضگی سے ہی پر اسکی بات تو مانی۔آج تیسرے دن وہ بادل نخواستہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔باہر طوبیٰ گھن چکر بنی ہوئی تھی اسکا ایک پیر کچن میں دوسرا لاؤنج میں۔

"یار کیا ہو گیا کسی ایک جگہ ٹک جاؤ۔"ام ہانی نے کچھ دیر یہ سب خاموشی سے دیکھا تھا اور پھر بول اٹھی۔

"یار کیا کروں امی کچن میں اکیلی ہیں شہریار بھائی کو اپنے دوست کی دعوت افطار پہ جانا ہے دونوں کہ کام ختم نہیں ہو رہے۔روزہ اتنا لگ رہا ہے۔"وہ روہانسے لہجے میں بولی۔

"میں ہیلپ کروں تمہاری کیا کام ہے۔"وہ اسکے قریب آئی۔

"ہاں یار شہری بھائی کا ڈریس پریس کر دو باقی کام الموسٹ میں کر چکی ہوں۔"طوبیٰ نے کہتے ہوئے اپنے ہاتھ میں پکڑا شہریار کا سوٹ اسکے ہاتھ میں دیا۔وہ سر اثبات میں ہلاتی اگے بڑھ گئی۔آئرن کو خوب گرم کر کے ام ہانی نے اسکی شرٹ کو اچھی طرح جلایا تھا اور پھر اسے وہیں چھوڑ کر چھت کی طرف جاتی سیڑھیوں پر چھپ کہ بیٹھ گئی تھی۔اور ٹھیک پانچ منٹ بعد وہ میری شرٹ کہاں ہے کا شور مچاتا لاؤنج میں تھا۔

بھائی ہانی گئی ہے پریس کرنے طوبیٰ نے کچن سے سر باہر نکال کر اسے اطلاع دی۔وہ ائرن سٹینڈ کی طرف چل دیا۔

اور پھر شدید صدمے کے زیر اثر اسنے اپنی پسندیدہ شرٹ کو ہاتھ میں لے کر الٹ پلٹ کر دیکھا۔شرٹ کے دونوں جانب سوراخ ہو چکا تھا۔اور صاف پتہ چل رہا تھا کہ یہ شرٹ حادثاتی طور پر جلی نہیں جان بوجھ کر جلائی گئی ہے۔"ام ہانی ۔"وہ بلند آواز میں چلایا۔

ام ہانی نے کمرہ آن کر کے ویڈیو بننے کے لیے ایک معقول جگہ ڈھونڈی اور اس کے فیس کو فوکس کیا اور موبائل کو سہارا دے کر سیڑھیاں اتر آئی۔

"یہ کیا کیا تم نے کوئی کام تو ڈھنگ سے کر لیا کرو۔کس بات کی دشمنی ہے تمہیں مجھ سے کیوں جلائی تم نے میری شرٹ۔"

وہ غصے سے دھاڑ رہا تھا۔ام ہانی بالکل ریکس سی سر جھکائے کھڑی تھی۔"تمہیں پتہ تھا نہ کہ یہ ہی پہن کے جانے والا تھا میں تم نے جان بوجھ کے مجھے نیچا دیکھانے کے لیے یہ سب کیا ہے کیا چاہتی ہو تم۔"وہ شعلہ بار نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔۔ام ہانی ایسے کھڑی تھی کہ کیمرے کی طرف اسکی پشت تھی۔

"ام ہانی کیا ملتا ہے تمہیں یہ سب کر کے آخر میرا ہر نقصان ہی تمہارے لیے خوشی کا باعث کیوں بنتا ہے۔"شہریار نے اسکا بازو اپنی آہنی گرفت میں لیتے ہوئے غصے سے کہا۔۔اس نے درد سے آنکھیں بھیچ لیں پر وہ بالکل تھی نہ تائید نہ تردید۔"اس بار تو میں جلدی میں ہوں آج کا حساب پھر کسی دن۔"شہریار اسی طرح اسے غصے سے گھورتا ہوا ایک جھٹکے سے اسے پیچھے کرتا واپس چلا گیا تھا۔وہ واپس سیڑھیوں کی طرف مڑ گئی اور وڈیو سیو کی۔ام ہانی کے چہرے پہ بھرپور مسکراہٹ تھی۔

"میرا انتظار مت کرنا میں ضمیر کے گھر رکوں گا۔"وہ طوبیٰ کو اطلاع دیتا شدید تیش کے عالم میں گھر سے نکلا تھا۔۔اور ام ہانی کی نس نس میں سکون اتر گیا تھا۔

☆▪☆▪☆▪☆▪☆▪☆▪☆▪☆▪☆▪☆

آج کتنے دنوں بعد اسکا موڈ بحال ہوا تھا۔افطار کے بعد وہ طوبیٰ کی منتیں کرنے لگی تھی۔

"یار آج وہ جلاد گھر پہ نہیں ہے پلیز چلو نہ جلدی آجائیں گے۔کتنے دن ہو گئے گھر میں بور ہوتے ہوتے۔"ام ہانی نے منہ بنایا۔

"میں تو بلکل نہیں جا رہی تم جاؤ اور پھر بھائی کی ڈانٹ کھاؤ۔"طوبیٰ نے اسے ہری جھنڈی دکھائی۔۔

"یار جلدی واپس آجائیں گے پر امس میرا دل چاہ رہا ہے آزاد ہوا میں سانس لوں گھٹن ہو رہی ہے۔"ام ہانی ہر صورت اسے راضی کرنا چاہتی تھی۔

"تم چھت پہ چلی جاؤ۔"طوبیٰ نے اسے مفت مشورے سے نوازا۔

"دفع ہو جاؤ بات مت کرنا مجھ سے۔"ام ہانی نے اسے کشن دے مارا اور غصے سے اٹھ کر باہر چلی گئی۔اور پھر فیس بک کی شامت آ گئی۔۔اور پھر ریسنٹ اپلوڈ ہونے والی شہریار ود فرینڈ کی سیلفی۔اور پھر ام ہانی کی آنکھیں چمکیں۔

اسنے بڑی مزے سے اپنی بنائی ہوئی وڈیو کو نکالا اور اسے ایڈٹ کیا اب شہریار کے فیس کو کوئی پہچان نہیں پائے گا۔ اسنے خود کو تسلی دی اور ایک بار خود اپنے پیروں پہ کلہاڑی مارلی۔

"دیکھیے کیسے ایک مشہور کابل لیکچرار شوہر نے ایک معمولی شرٹ کے جل جانے پہ اپنی بیوی کو بے نقط سناڈالیں۔ ایسے لوگوں کی کیا سزا ہونی چاہیے۔۔۔؟" ہانی نے ویڈیو اپلوڈ کی۔ اور اسنے شہریار کو چھوڑ کر سب کو ٹیگ کیا تھا۔ شہریار کا بیسٹ فرینڈ ضمیر ایڈ تھا ام ہانی کے پاس اسکے لیے آسانی ہو گئی تھی۔ اب آئے گا تمہیں مزہ دعا کرو کوئی تمہیں پہچانے نہ۔

ام ہانی نے مسکراتے ہوئے موبائل سائیڈ پہ رکھا اور اٹھ کر سامنے والی آنٹی کے گھر کی طرف بڑھ گئی۔ وہ شوگر اور بلڈ پریشر کی مریض تھیں اور اس وقت روزانہ واک پر جاتیں تھیں۔ ادھر ہانی گھر سے نکلی اور ادھر آنٹی ثمینہ ہانی کی ان سے اچھی دوستی تھی۔ وہ ان کے ساتھ باتیں کرتی کافی آگے تک گئی تھی۔ اسنے ارد گرد نظریں دوڑائیں تھیں۔ اسے کہیں سنی تو کیا اسکی پر چھائی تک دیکھائی نہیں دی تھی۔ بس ہانی اب میں تھک گئی ہوں۔۔ آنٹی پھولے سانس کے ساتھ کہتیں ہوئیں سڑک کے قریب رکھے ایک بڑے پتھر پر بیٹھ گئیں۔ افففف آنٹی آج تو میرا بہت آگے جانے کا پلان تھا۔ وہ بھی اپنا سانس بحال کرنے کی غرض سے ان کے برابر بیٹھ گئی۔

....

"یار دیکھ کتنی مست چیز ہے ایسی بیوی کو کوئی پاگل ہی ڈانٹ سکتا ہے۔" شہریار کے دوست نے وڈیو پلے کر شہریار اور باقی دوستوں کے سامنے موبائل کیا۔ اور پھر سب نے نظریں وڈیو میں نظر آتی لڑکی پہ جمادیں۔

"یار بال چیک کر اسکے۔" دوسرے دوست نے ام ہانی کی پشت پہ لہراتے بالوں کو دیکھتے ہوئے شہریار کو ٹہوکا دیا۔ شہریار نے اپنی آواز کو پہچان لیا تھا اور ایک غیظ بھری نظر موبائل پہ ڈالی۔ اس کے چہرے کو دھندلا کر دیا گیا تھا۔ پر وہ شہریار کی دشمنی میں خود کو چھپانا بھول گئی تھی۔ اب وہ سوائے غصے کو پی جانے کہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

"یار کاش اس لڑکی کا چہرہ بھی دیکھ سکتے بال اتنے خوبصورت ہیں تو چہرہ کیسا ہو گا۔" ایک زوردار قہقہہ پڑا تھا اور اس وڈیو کو لے کر جس کہ دل میں جو آیا وہ بولتا رہا۔ سوائے ضمیر کہ یہ سب ضمیر کے دوست تھے اور وہ سب اس وقت ضمیر ہی کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔۔ شہریار ان کے پاس سے اٹھ کر بالکونی میں کھڑا ہو گیا۔ اب اس سے زیادہ سننے کی اس میں تاب نہیں تھی۔ ان لڑکوں کے ہنسنے کی آواز یہاں تک آرہی تھی۔۔۔ وہ ریلنگ سے ٹیک لگا کر باہر دیکھنے لگا۔۔

"یار تم انکی باتوں کو کیوں سیریس لے رہے ہو یہ تو ایسے ہی ہیں شروع سے۔" ضمیر نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"یار اپنے گھر کی عورت کے لیے یہ سب سننا آسان نہیں ہوتا۔" شہریار نے ضمیر کی طرف مڑتے ہوئے کرب سے کہا۔

کیا مطلب وہ وڈیو۔۔ ضمیر نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"ہاں اسی پاگل لڑکی کا کارنامہ ہے۔۔ مجھے چھپا دیا اور خود کو۔" شہریار نے غصے سے کہتے ہوئے ایک زوردار مکا ریلنگ پہ دے مارا۔ اندر لڑکے اپنی ہی باتوں میں لگے ہوئے تھے۔ شہریار وہیں رکھی ایک کرسی پہ بیٹھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"ارے آنٹی طوبیٰ بھی میرے ساتھ آگے تک نہیں جاتی اور اب آپ بھی تھک کہ بیٹھ گئیں۔ میرا دل چاہتا ہے وہاں تک پیدل جاؤں۔" ہانی نے ہاتھ کے اشارے سے جگہ کی نشاندہی کی۔

"ارے یہ تو بہت دور ہے بیٹا۔" آنٹی نے اسکی بتائی ہوئی جگہ کو غور سے دیکھا۔

"پتہ نہیں مجھے لگتا ہے وہ درخت وہ پہاڑ مجھے پکار رہے ہیں جیسے ان میں کوئی راز دفن ہیں۔ ام ہانی نے اس طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"اکیلی جوان لڑکیوں کا رات گئے درختوں کہ پاس جانا ٹھیک نہیں ہوتا۔" آنٹی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"آنٹی یہ سب پرانی باتیں ہیں کچھ نہیں ہوتا۔" ام ہانی نے بات ہوا میں اڑائی۔

"بیٹا تم پھر بھی احتیاط کرنا۔" آنٹی نے کہنا اپنا فرض سمجھا تھا۔ ام ہانی کا دھیان تو اس چمکتے جگنو کی طرف تھا جو ابھی ابھی اسکی آنکھوں کے سامنے سے ہو کر گیا تھا۔ آنٹی کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے اسے کا دس منٹ ہوئے تھے جب وہ انھیں وہیں رکنے کا کہہ کر آگے بڑھ گئی۔ وہ اب جگنو کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ کتنا مزہ آرہا تھا نہ وہ کبھی غائب ہو جاتا کبھی پھر سے سامنے آجاتا۔ وہ بے دھیانی میں آنٹی کو کافی پیچھے چھوڑ آئی تھی۔ جگنو اب مکمل غائب ہو گیا تھا۔ وہ مایوسی سے واپس جانے کے لیے مڑی جب کسی نے اسکی نازک کلائی کو آپنی آہنی گرفت میں لیا تھا۔ اندھیرے میں ہانی کو اسکا چہرہ نظر نہیں آیا تھا۔ ہانی نے بنا دیکھے اپنے دوسرے ہاتھ کو استعمال میں لاتے ہوئے ایک زوردار تھپڑ سامنے والے کہ منہ پہ دے مارا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ مدد کے لیے چلاتی سامنے والے نے اسکی دوسری کلائی کو اپنی گرفت میں جکڑا تھا اور پھر۔ اسی پھرتی سے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ کہ اسکی آواز کا گلا گھونٹا تھا۔ اور پھر اسی تیزی سے اسے پیچھے گھسیٹنے لگا تھا۔۔ ام ہانی نے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی تھی پر وہ مکمل اسکی گرفت میں تھی۔ ام ہانی کو اپنے چہرے پہ پڑنے والی لائٹ سے کچھ سہارا ہوا تھا۔ کوئی آرہا تھا۔ لیکن پھر اچانک وہ غائب ہو گیا تھا۔ ام ہانی کی امید ٹوٹ گئی تھی۔ ہانی نے اپنی پوری قوت سے اسے پیچھے دھکیلتے ہوئے خود کو آزاد کروایا تھا۔ وہ سنی کو دیکھ کر پریشان ہوئی تھی پر اس وقت یہاں سے بھاگنا ضروری تھا۔ وہ وہاں سے بھاگنے ہی والی تھی کہ اسنے اسی پھرتی سے اسکا ہاتھ پھر سے تھام لیا تھا۔

"بچاؤؤؤؤ۔" ام ہانی زور سے چلائی۔ پوری سڑک سنسان پڑی تھی۔ وہ اسکے چلانے پہ زور سے ہنسا۔ اور پھر اچانک ام ہانی کا ہاتھ کسی نے پوری قوت سے اس کے ہاتھ سے آزاد کروا کے اسے اپنے پیچھے کیا تھا۔ اور پھر ایک مکا اسکے منہ پہ دے مارا تھا۔ سنی اس حملے کے

لیے تیار نہیں تھا۔وہ منہ کے بل زمین پہ جا گرا ام ہانی وہاں سے دو قدم دور ہٹ گئی تھی۔وہ اندھیرے میں بھی شہریار کو پہچان گئی تھی۔اور پھر شہریار نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ ٹھیک سے سنی کی دھلائی کی تھی۔اس لڑائی میں شہریار کو بھی کافی چوٹیں آئیں تھیں مگر اسے پرواہ ہی کہاں تھی۔وہ پاگلوں کی طرح اس پہ جھپٹ پڑا تھا۔

"بس کردو شہریار مر جائے گا۔" وہ ام ہانی نے پریشانی سے کہتے ہوئے شہریار کا بازو تھام کر اسے پیچھے کیا۔

"آج معاف کر رہا تمہیں زندہ چھوڑ کر دوبارہ اس لڑکی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا جان لے لوں گا۔" وہ بول نہیں رہا تھا دھاڑ رہا تھا۔

"اور تم سے تو میں گھر جا کہ نمٹتا ہوں۔" اسنے اب اپنا روئے سخن ام ہانی کی طرف کیا۔وہ اس واقعہ سے کافی ڈر گئی تھی۔شہریار کا موڈ لڑکوں کی باتوں سے خراب ہو گیا تھا اسی لیے وہ غصے سے وہاں سے چلا آیا تھا۔ضمیر نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی تھی پر اسکی چھٹی حس کسی خطرے کا پتہ دے رہی تھی اسی لیے وہ ضمیر کی ایک بھی بات پہ بنا کان دھرے وہاں سے نکل آیا تھا۔اور پھر وہی ہوا جسکا اسے ڈر تھا۔راستے میں بائیک ایک سائیڈ پہ کھڑی کر کے وہ اچانک سنی پہ حملہ آور ہوا تھا۔۔اور پھر اسکی کلائی اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اسے تقریباً گھسیٹتے ہوئے گھر تک لے کے گیا تھا۔وہ بھی خاموشی سے اسکے ساتھ چلتی رہی تھی۔وہ اسے لے کر سیدھا اپنے کمرے میں آیا تھا۔اور پھر اس نے زوردار جھٹکے سے اسکا ہاتھ چھوڑا تھا۔وہ اس حملے کے لیے تیار نہیں تھی اسنے خود کو سنبھلنے کے لیے دیوار کا سہارا لینا چاہا تھا اور اسی اثنا میں اسکا پاؤں ٹیبل کے ساتھ ٹکرا گیا تھا۔اسنے درد کی شدت سے مٹھیاں بھینچ لیں تھیں۔

"تم آخر کس حد تک جاسکتی ہو ایک بار ہی کیوں نہیں بتا دیتی تم۔" وہ شدید تیش کے عالم میں چلایا۔"کیا ضرورت تھی اکیلے جانے کی ایک بار کہی ہوئی بات سمجھ میں نہیں آتی کیا۔" وہ چلتے ہوئے اسکے قریب آیا۔"پیار سے غصے سے ڈانٹ کے منت کر کے ہر طرح سے سمجھایا ہے پر تمہیں سمجھ نہیں آئے گی۔جب تک تم منہ کے بل نہیں گرو گی۔ام ہانی سنبھل جاؤ اس سے پہلے کہ وقت اپنی چال چل دے۔" شہریار نے اسکا بازو دبوچا۔

"میں اکیلی نہیں تھی۔" ام ہانی نے اپنی صفائی پیش کی۔

"کون تھا تمہارے ساتھ وہ تمہارا بوائے فرینڈ۔" وہ تمسخر سے ہنسا۔

"آنٹی ثمینہ تھیں میرے ساتھ۔" ہانی نے تکلیف کی شدت سے آنکھیں بند کیں۔

"جھوٹ مت بولو ہانی میں وہیں سے آرہا ہوں وہاں کوئی نہیں تھا۔" شہریار نے اسکی بات درمیان میں سے کاٹی۔"تم کتنی بے وقوف ہو تم نے سوچا آج میرا دشمن گھر پہ نہیں ہے تو میں آرام سے چلی جاتی ہوں۔" وہ اسے شعلہ بار نظروں سے گھور رہا تھا۔"ایک بار بھی سوچا ہے اگر میں وقت پر نہ آتا تو۔یہ سوچا ہے اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو۔" شہریار کی آواز بہت آہستہ ہو گئی تھی جیسے وہ خود کلامی کر رہا ہو۔ام ہانی نے حیرنگی سے اسے دیکھا۔

"تمہیں کیا فرق پڑتا اس بات سے تمہاری بلا سے مجھے کچھ بھی ہو۔" ام ہانی نے بھی دھیمے لہجے میں کہا۔

"ہاں مجھے کیا فرق پڑتا ہے۔" وہ سر ہلاتے ہوئے اس سے دو قدم پیچھے ہٹا۔

"کیا ہو جاتا ہیرو کی طرح انٹری مار کہ تم ہیرو تھوڑی بن جاؤ گے۔" ام ہانی نے فورا خود کو سنبھالا تھا۔

"کیا ہوتا نہ آتے تم دو جوتے لگاتی میں اسکو بہت دیکھے ہیں اس جیسے۔" وہ اس پہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ وہ سچ مچ کتنا ڈر گئی تھی۔ پر سامنے بھی تو ام ہانی تھی اتنی آسانی سے اسکا احسان مان لے یہ کیسے ممکن تھا۔

"تم بالکل نہیں سدھر سکتی اس لیے میری بات کان کھول کر سن لو دوبارہ اس گھر سے ایک قدم بھی باہر نکالا ٹانگیں توڑ دوں گا میں تمہاری۔" وہ اپنے جلالی موڈ میں واپس آ گیا تھا۔

"چار دن کی مہمان ہوں پیچھے پڑ گئے ہو تم میرے۔" وہ منہ بنا کے بولی۔

"میں تمہارے گھر والوں کہ سامنے جوبداہ ہوں۔" شہریار نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"خود کی محبوبہ تو موصوف سے ہینڈل نہیں ہوتی آئے ہو میری ٹانگیں توڑنے اپنی حد میں رہو شہریار۔ ام ہانی سے پنگا مت لو۔" ام ہانی نے انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا۔

"کونسی محبوبہ۔" شہریار نے حیرت سے اسکی طرف دیکھا۔

"شرمین حیات جس میں شرم نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور وہ اب تک پتہ نہیں حیات کیوں ہے۔" ام ہانی نے منہ کے عجیب و غریب ڈیزائن بناتے ہوئے کہا۔ شہریار کا حیرت کے مارے پہلے منہ کھلا تھا پھر وہ ہوش کی دنیا میں واپس آیا تھا۔

"کیوں تمہیں میری بیوی بننے کا بہت شوق ہے نہ۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔ ام ہانی اسکا اشارہ بخوبی سمجھ گئی تھی۔

"تمہاری بیوی بنتی ہے میری۔۔۔۔ تم مجھے چھوڑو اپنی محبوبہ کو سنبھالو۔" وہ اسی طرح انگلی اٹھائے تپ کے بولی۔

"میں محبت کرتا ہوں اس سے تمہیں پریشان ہونی کی ضرورت نہیں اسے سنبھالنا آتا ہے۔" شہریار نے اسکی انگلی اپنے ہاتھ سے مروڑی۔ ام ہانی کو اتنے کھلے اظہار کی توقع نہیں تھی اس سے۔

"آپ سچ مچ یعنی اس سے۔" ام ہانی اٹک اٹک کے بول رہی تھی وہ ابھی تک حیران تھی۔

"ہاں ظاہر اب کیا چھپانا جب تمہیں پتہ چل گیا ہے تو۔" شہریار نے اسکی آنکھوں میں جھانک کر کہا۔ ام ہانی کو اچانک اپنے پیر میں درد محسوس ہوا تھا۔ وہ فورا نیچے جھک گئی۔ پیر کا انگوٹھا کافی زخمی ہوا تھا اور اس میں سے کافی خون بہہ رہا تھا۔۔

"کیا ہوا ہے۔" شہریار بھی زمین پر پنجوں کہ بل بیٹھ گیا۔

"زخم گہرا ہے لاؤ میں بینڈیج کر دیتا ہوں۔" وہ اسکے زخم کا مکمل جائزہ لیتے ہوئے بولا۔

"شہریار مشتاق تمہیں صرف زخم دینے آتے ہیں ان پہ مرہم رکھنا نہیں آتا اور مجھے تمہاری ہمدردیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ زخم گہرے ہوں تب بھی وقت کے ساتھ ساتھ بھر جاتے ہیں۔" وہ کہتے ہوئے اگے بڑھ گئی۔ شہریار یوں ہی نظریں جھکائے بیٹھا رہا۔ شہریار نے اسکا پاؤں ٹکراتے دیکھا تھا۔ مگر اس وقت وہ بہت غصے میں تھا۔ اور اب اسکی تکلیف دیکھ کر غصہ بھک سے اڑ گیا تھا۔ کتنا خون بہہ گیا تھا شہریار نے فرش پہ گرے خون کو بغور دیکھا۔ اور پھر اٹھ کر وارڈروب کی جانب بڑھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہانی کا دل بہت بے چین ہو گیا تھا۔ کچھ دیر قبل پیش آنے والا واقعہ بھی اب ذہن میں نہیں تھا۔ بس درد تھا بے حد تھا بے انتہا تھا کہاں تھا وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ وہ اسی طرح آہستہ آہستہ چلتی اپنے کمرے تک آگئی تھیتم لنگڑا کے کیوں چل رہی ہوں۔ طوبیٰ نے دیوار کا سہارہ لے کر چلتی ہانی کو فوراً نوٹس کیا تھا۔ کچھ نہیں پیر کے انگھوٹھے پہ چوٹ لگ گئی ہے ٹیبل سے ٹکرا گیا تھا۔ ہانی بیڈ کی سائیڈ کا سہارہ لیتے ہوئی بیٹھ گئی۔

"تم بھی تو دیکھ کر نہیں چلتی۔" طوبیٰ پریشانی سے کہتی ہوئی اسکے قریب ہوئی۔ وہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی رہی۔ شہریار سے تو لڑ لیا تھا وہ خود کو کمزور ثابت نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اس میں بھی کامیاب رہی تھی مگر یہ اب اسے حالات کی سنگینی کا اندازہ ہو رہا تھا۔ اگر سچ مچ کوئی حادثہ ہو جاتا۔ ام ہانی کا پورا وجود لرز گیا تھا۔

"یار کافی گہری چوٹ ہے۔" طوبیٰ نے بغور زخم کا جائزہ لیا۔

"ہاں کافی گہری ہے۔" ام ہانی کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔

"تم فکر مت کرو میں بینڈیج کرتی ہوں۔ درد ہو رہا ہے کیا۔" طوبیٰ نے اسکے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بہت۔" ام ہانی نے اسی طرح کھوئے ہوئے کہا۔

"رکو میں پین کلر لاتی ہوں۔" طوبیٰ اسے کہتے ہوئے فرسٹ ایڈ باکس لینے چل دی۔ ہانی زخم کی پرواہ کئے بغیر ہی لیٹ گئی تھی۔ طوبیٰ نے پٹی کر دی تھی۔ وہ ابھی تک اسی طرح خاموش تھی۔ اس اچانک پیش آنے والے حادثے کا اثر اب کافی حد تک زائل ہو چکا تھا۔ پھر ایسا کیا تھا جو دل کو قرار نہیں آ رہا تھا ام ہانی نے طوبیٰ کو کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔ وہ سحری تک یوں ہی لیٹے لیٹے چھت کو دیکھتی رہی تھی۔ اور پھر طوبیٰ کے بلانے پہ اٹھ کر باہر آگئی تھی۔ آج تقریباً دو دن ہو گئے تھے دوبارہ ہانی نے باہر جانے کا نام نہیں لیا تھا۔ طوبیٰ حیران تھی کہ ہانی نے اتنی جلدی ہار کیسے مان لی مگر وہ اس دن والے واقعے سے بلکل انجان تھی۔ ہانی نے بھی بتانا ضروری نہیں سمجھایا شاید یہ اتنی بڑی بات نہیں تھی کہ اسکا ذکر کیا جاتا۔

"لگتا ہے لوگوں کا واک سے ہی دل بھر گیا ہے۔" سحری کے وقت وہ سب ڈائننگ ٹیبل پہ ہی بیٹھے تھے۔ جب شہریار نے گم سم بیٹھی ہانی پہ ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہاں لگتا ہے بور ہو گئی ہے ایک ہی جگہ بار بار جا کر۔ اور پاؤں کی چوٹ بھی تو ابھی ٹھیک نہیں ہوئی۔" طوبیٰ نے بھی شہریار کی بات کی حمایت کی تھی۔ ہانی بس خاموشی سے اپنی پلیٹ پر جھکی رہی۔

"لگتا ہے بس ڈھونگ تھا بہادری کا بہادری نہیں تھی۔" شہریار نے ہنستے ہوئے طوبیٰ کو دیکھا۔ شہریار کی دانست میں طوبیٰ اس سب سے آگاہ تھی۔

"کیا مطلب کونسی بہادری بھائی۔" طوبیٰ نے سوالیہ نظروں سے شہریار کو دیکھا۔

"بس لوگ کافی ڈرپوک ثابت ہوئے ہیں۔" وہ ہانی کو دیکھتے ہوئے مسکرایا۔ طوبیٰ ابھی بھی ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھ رہی تھی۔ اور شہریار کھل کے بات نہیں کر رہا تھا کہ پاس ہی تو مما بابا بیٹھے تھے۔ ان لوگوں نے بھی بات کو سیریس نہیں لیا تھا یہ تو معمول کی باتیں تھیں۔ ہانی نے نظریں اٹھا کر ایک نظر مسکراتے ہوئے شہریار کو دیکھا اور پھر اپنی سحری ادھوری چھوڑ کر چلی گئی۔ پتہ نہیں کیوں وہ شہریار سے کترانے لگی تھی۔ وہ جہاں بیٹھتا وہ وہاں سے اٹھ جاتی۔ طوبیٰ حیران تھی وہ اس سے لڑائی کئے بنا کیسے زندہ تھی۔ اور بھی چپ چاپ بنا کچھ بولے چلی گئی۔ شہریار نے پر سوچ نظروں سے اسے دیکھا۔ اگر دیکھا جائے تو اس دن نہ حادثہ اتنا بڑا تھا اور نہ ہی ان کے درمیان کوئی اتنی غلط باتیں ہوئیں تھیں کہ بات تک نہ کی جاتی۔ یہ سب تو ہوتا رہتا تھا اور شہریار کو ابھی تک یہ سمجھ نہیں آیا تھا کہ اسے شرمین کے بارے میں کیسے پتہ چلا۔ وہ بھی طوبیٰ کو چائے کا کہتا کمرے میں چلا گیا۔ طوبیٰ شہریار کو چائے دینے کے بعد سیدھا ہانی کے پاس آئی تھی۔

"یار ہانی دو دن سے موڈ خراب ہے تمہارا کیا ہوا ہے کچھ بتاؤ گی پلیز مجھے لگا کہ خود ٹھیک ہو جاؤ گی پر۔" طوبیٰ پریشانی سے کہتے ہوئے اس کے قریب بیٹھ گئی وہ یوں ہی خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی موبائل پہ لگی رہی۔ "شہریار بھائی سے لڑائی ہوئی ہے کیا۔" طوبیٰ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ ہانی نے سر نفی میں ہلایا اقرار کرتی تو وجہ بتانی پڑتی۔ اور پھر طوبیٰ اپنے بھائی کے قصیدے پڑھنے لگتی جو وہ سننا نہیں چاہتی تھی۔ "پھر تم ان سے بات کیوں نہیں کر رہی۔" طوبیٰ نے حیرانگی سے کہا۔

"ہم پہلے کب بات کرتے تھے جب ہوئی لڑائی ہی ہوئی ہے ہماری اب میں نے سوچا ہے کہ میں لڑائی بھی نہیں کروں گی۔ نہ اسے کوئی موقع دوں گی کہ وہ لڑے۔" ہانی اس طرح اداس بیٹھے بیٹھے بولی۔ "اور رہی بات بہادری کی تو بتا دینا اپنے بھائی کو بزدل نہیں ہوں میں وہ اسی طرح منہ بنائے بولی۔

"یار یہ سب تو کزنز میں ہوتا رہتا ہے تم اتنی سے بات کو لے کر اپ سیٹ ہو دفع کرو موڈ فریش کرو۔" طوبیٰ نے مسکراتے ہوئے اسکی تھوڑی پکڑ کر اسکا چہرہ اوپر کیا۔ "تمہاری آنکھوں میں آنسو کیوں ام ہانی۔ طوبیٰ نے پریشانی سے اسکی آنکھوں میں تیرتے آنسو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس مما کی یاد آ رہی تھی۔" وہ فوراً اپنے آنسو اندر اتاراتے ہوئے بولی۔

"اس میں کیا ہے تم بات کر لو ان سے۔" طوبیٰ اب بھی حیران تھی۔ ہانی تو مہینوں رہ کے جاتی تھی پر اب کیا ہوا۔

"یار میں واپس جانا چاہتی ہوں دل بہت اداس ہو گیا ہے سب سے۔" ام ہانی نے مسکراتے ہوئے طوبیٰ کو دیکھا۔

"یار تمہیں آئے بس انیس دن ہوئے ہیں تم جانے کی بات کر رہی ہوں عجیب ہو میں نہیں جانے دوں گی۔" طوبیٰ نے ناراضگی سے اس کی طرف دیکھا

"یار پلیز مت روکو میں شہریار کی منگنی پر ضرور آؤں گی تم اسکی ہیلپ کرنا پھوپھو کو منانے میں۔" ہانی طوبیٰ سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یار منگنی منانا کیا بول رہی ہو تم۔" طوبیٰ کا سر گھوم گیا تھا یہ کیا بول رہی تھی۔

"میری شہریار سے بات ہوئی تھی وہ شرمین حیات سے محبت کرتا ہے خود اعتراف کیا اس نے میرے سامنے اس لیے اب وہ جب منگنی کرے گا میں ضرور آؤں گی۔" ہانی مسکراتے ہوئے وارڈروب کی جانب بڑھ گئی۔

"اتنی آسانی سے اعتراف میں نہیں مانتی۔" طوبیٰ نے سر نفی میں ہلایا۔

"یار میں نے پوچھا تھا وہ مان گیا کہ میرا شک ٹھیک تھا۔" وہ اسکی طرف دیکھ کے مسکرائی۔

"ہانی ہو کیا گیا ہے تمہیں کیا کر رہی ہو تم۔" طوبیٰ اسکے پیچھے لپکی۔

"یار پیکنگ کرنے لگی ہوں اور کیا۔" وہ اپنی چیزیں جمع کرنے لگی۔

"یہ سب چھوڑو اور شہریار بھائی کو بھی چھوڑو اصل بات بتاؤ۔" طوبیٰ نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"یار کوئی بات نہیں ہے سچی۔" ہانی نے اپنی بات پر زور دیا۔

"پھر تم گھر کیوں جا رہی ہو۔" طوبیٰ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا

"یار میں اب اپنے گھر بھی نہ جاؤں عجیب زبردستی ہے۔" وہ دھیرے سے مسکرائی۔

"تو میں نہیں جانے دوں گی تمہیں اور اکیلے تو ہرگز نہیں۔ عید کے بعد جانا۔" طوبیٰ قطعیت سے کہتی باہر چلی گئی۔ اور پھر بہت کوشش کے بعد طوبیٰ نے ہانی کو عید تک روک لیا تھا۔ وہ رُک گئی تھی اور خود کو بہت نارمل بھی کر لیا تھا۔ مگر اس دن کے بعد سے وہ باہر نہیں گئی تھی۔ شہریار یونیورسٹی میں مصروف تھا۔ ہانی سے ملاقات بہت کم ہوتی تھی اسکی۔

"یار چلو گی تم میرے ساتھ۔"طوبیٰ وارڈروب کی جانب بڑھتے ہوئے بولی۔

"کہاں؟۔"ہانی نے سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا۔

"وہ میری فرینڈ ہے نہ سمیرا اسکے اکلوتے بھائی کے ہاں چار بیٹیوں کے بعد بیٹا ہوا ہے۔اگر میں نہیں گئی تو وہ ناراض ہو جائے گی۔۔" طوبیٰ وارڈروب میں گھسی مصروف سی بولی۔

"یار میرا وہاں کیا کام تمہاری دوست ہے تم جاؤ ویسے بھی میرے پیر کا درد ابھی ٹھیک نہیں ہوا زیادہ چلوں گی تو پھر سے تکلیف ہو جائے گا۔"ہانی نے بہانہ بنایا۔۔

"میں شہریار بھائی سے کہوں گی ہمیں ڈراپ کر آئیں۔"وہ اسی طرح کپڑے کھنگالتی بولی۔

"کوئی ضرورت نہیں پھر کہے گا ڈر گئی ہمت نہیں۔"ہانی آہستہ سے بڑبڑائی۔

"نہیں یار میرا موڈ نہیں۔"ہانی نے ایک اور بہانہ بنایا۔

"تمہارا موڈ فریش ہو جائے گا بہت اچھی فیملی ہے اسکی۔اچھا یار بتاؤ یہ ٹھیک رہے گا۔طوبیٰ نے آخر ایک سوٹ نکال ہی لیا تھا۔"

"ہاں بہت پیارا ہے تم پہ بہت جچے گا۔"ہانی نے طوبیٰ کی طرف پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پھر تم چل رہی ہو۔"طوبیٰ اب بھی اس کے سر پہ کھڑی تھی۔

"یار دل تو بالکل نہیں چاہ رہا۔"ہانی نے منہ بنایا۔

"تمہیں تمہارا وہ اس پہاڑ تک جانے والا ٹارگٹ یاد ہے۔"طوبیٰ نے چمکتی آنکھیں اس پہ گاڑھیں۔

"ہاں یاد ہے۔"وہ بھی فوراً متوجہ ہوئی۔

"سمجھو آج پورا ہو جائے گا سمیرا کا گھر اسکے سامنے ہے۔"طوبیٰ مسکرائی۔

"سچی!!"ہانی کی آنکھیں چمک اٹھیں تھیں۔

"اب تم بھی اٹھ کے ریڈی ہو جاؤ ایک بہانہ نہیں سنوں گی میں تمہارا۔"روکو میں تمہارا جوڑا نکالتی ہوں۔طوبیٰ اس سے کہتی واپس وارڈروب کی طرف چلی گئی اور اپنی پسند کا ایک جوڑا نکال لائی۔ہانی بس خاموش ہو گئی تھی۔کیونکہ وہ جانتی تھی کہ طوبیٰ اسے لے کہ ہی ٹلے گی اس لیے بحث فضول تھی۔اور اب تو ٹارگٹ بھی پورا ہونے والا تھا۔وہ واپس اپنے موبائل پہ مصروف ہو گئی۔طوبیٰ سلمہ بیگم ہانی اور سامنے والی آنٹی ثمینہ اور انکی بیٹی حرا،ان لوگوں کا افطاری کے بعد جانے کا پلان بنا تھا۔

"میں کہتی ہوں شہریار سے ہمیں گاڑی پہ چھوڑ آئے۔"گیٹ کہ قریب پہنچ کر سلمہ بیگم نے طوبیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"توبہ ہے امی کتنی جان جاتی ہے آپ کی واک اور پیدل چلنے سے۔"طوبیٰ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں پھوپھو پیدل چلتے ہیں مزا آئے گا میں بھی کافی دن سے نہیں گئی۔" ہانی نے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"پر بیٹا تمہارا زخم۔۔۔" وہ فکرمندی سے بولیں۔

"کچھ نہیں ہوتا بہت بہتر ہے پہلے سے۔" وہ مسکرائی۔ تو سلمہ بیگم بھی خاموشی سے انکے آگے چلنے لگیں۔ ثمینہ آنٹی اور پھوپھو اپنی باتوں میں اور طوبٰی اور حرا اپنی باتوں میں مصروف تھیں۔ حرا طوبٰی کی کلاس فیلو بھی تھی وہ پتہ نہیں کن باتوں کا ذکر لے کہ بیٹھ گئیں تھیں۔ ہانی کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ اور وہ بہت جلدی کسی کے ساتھ فری نہیں ہوتی تھی۔ وہ بس خاموشی سے ان کے ساتھ چل رہی تھی۔ اسے وہ سب اپنے قریب نظر آرہا تھا جس تک وہ پہنچنا چاہتی تھی۔ وہ ان سب سے تھوڑا سا پیچھے تھی۔ اسکے پیر میں پھر سے درد ہونے لگا تھا۔ پر وہ پھر بھی انکے برابر چلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اور اسی اثنا میں اسکا پاؤں پتھر سے ٹکرا گیا تھا۔ وہ لوگ پہنچنے والے تھے۔ وہ درد کی شدت سے نیچے بیٹھتی چلی گی۔ طوبٰی اور حرا اب اپنی ہی باتوں میں گم اس سے کافی اگے نکل گئی تھیں۔ اسنے انھیں روکنے کے لیے آواز دینا چاہی تھی جب اچانک کسی نے اسکے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ سٹریٹ لائٹس اچانک آف ہو گئیں تھیں۔ وہ سب بھی اچانک رک گئے تھے۔

"طوبٰی اس وقت تو لائٹ نہیں جاتی۔" سلمہ بیگم پریشانی سے بولیں۔ سڑک پہ اچانک اندھیرا ہو گیا تھا۔ طوبٰی نے فوراً اپنے موبائل کی ٹارچ آن کی تھی۔

"امی ہانی کہاں ہے۔" طوبٰی نے ٹارچ کی مدد سے اسے تلاش کرنا چاہا۔

"تھوڑا پیچھے ہو گی پیر میں درد جو تھا پر تم اسے بھی پیدل گھسیٹ لائی۔" سلمہ بیگم نے اسے گھرکا۔ وہ تیزی سے پیچھے کی طرف بھاگی۔ وہاں دور دور تک کسی ذی روح کا نشان نہیں تھا۔

"امی ہانی کہیں نہیں ہے وہ زور سے چلائی۔" اور پھر وہ پاگلوں کی طرح اسے آوازیں دیتی ادھر ادھر بھاگنے لگی تھی۔ اور پھر اسے کوئی گھسیٹتے ہوئے سڑک سے نیچے اترتی ڈھلوان کی طرف لے گیا تھا۔ پہلے تو اسے کچھ سمجھ ہی نہیں آیا اور پھر وہ اپنے بچاؤ کے لیے ہاتھ پیر مارنے لگی تھی۔ وہ طوبٰی کی چیخ و پکار سن رہی تھی پر اسے جواب نہیں دے پا رہی تھی۔ وہ بولنا چاہتی تھی آزاد ہونا چاہتی تھی۔ مگر بے سود وہ دو لوگوں کی گرفت میں تھی۔ ہانی نے ارد گرد دیکھا۔ اسے کچھ دیکھائی نہیں دے رہا تھا سوائے گھنے جنگل اور اندھیرے کے وہ لوگ اسے بہت نیچے لے آئے تھے ان سب سے دور یہاں بالکل اندھیرا تھا مگر یہ جگہ کچھ جنگل کی طرح تھی۔ ان لوگوں نے اسکے منہ پر کپڑا باندھ کر اسکو درخت کے ساتھ باندھ دیا تھا۔ وہ اپنے بچاؤ کے لیے ہاتھ پیر مارتی رہی تھی۔ مگر پھر تھک کر خاموش ہو گئی تھی۔ وہ تینوں اب آپس میں کھڑے کچھ بات کر رہے تھے۔ آواز وہ صاف نہیں سن پا رہی تھی۔ مگر ان کے ارادے سمجھ میں آ رہے تھے۔ اور ان کی نظریں اسے سہی معنوں میں اب خطرے کا اندازہ ہوا تھا۔ کیا وہ یہاں سے نکل پائے گی کیا وہ بالکل سہی

سلامت یہاں سے نکل پائے گی۔ اسکی ہمت ٹوٹنے لگی تھی۔ لڑکی کی عزت بہت قیمتی ہوتی ہے اور اس سے زیادہ قیمتی کچھ نہیں ہوتا۔ اسے شہریار کی بات یاد آئی تھی۔ مگر اب بہت دیر ہو گئی تھی۔ آنسوؤں کا ایک سیلاب امڈ آیا تھا۔ وہ بلکل بے بس تھی۔ مگر اللہ کی ذات ہر شے پر قادر ہے۔ اسکا پورا وجود سوکھے پتے کی مانند کانپنے لگا تھا۔ طوبیٰ پریشانی سے ادھر بھاگتے ہوئے ہانی کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سلمہ بیگم پریشانی سے اپنے سینے پہ ہاتھ رکھے وہیں نیچے بیٹھ گئیں تھیں۔ طوبیٰ اور حرا کے زور زور سے چلانے پر ارد گرد کے گھروں سے کافی لوگ نکل آئے تھے۔ اور وہ ابھی تک سارے معاملے سے بے خبر تھے۔

"طوبیٰ ہانی کا نمبر ٹرائے کرو۔" حرا کے ہاتھ پیر پھولے ہوئے تھے۔

"یار کال جارہی ہے پر کوئی رسیو نہیں کر رہا۔" "اسکا موبائل ہمیشہ سائیلنٹ موڈ پہ ہوتا ہے۔" طوبیٰ نے نمبر ٹرائے کرتے ہوئے پریشانی سے کہا۔

"یار طوبیٰ تم شہریار کو کال کر کے پوچھو کہیں وہ گھر تو نہیں۔" حرا نے پریشانی سے ارد گرد جمع ہوتے لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایسے کیسے پانچ منٹ میں گھر چلی جائے گی حرا۔" طوبیٰ نے روانی سے بہتے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"یار پوچھنے میں کیا ہے۔" حرا خود بہت پریشان تھی۔ لمحے کی دیر تھی وہ ایسے کیسے غائب ہو گئی۔ طوبیٰ نے حواس باختگی میں ہی شہریار کو کال کی تھی۔ شہریار نے حیرت سے طوبیٰ کی کال کو دیکھا۔ شہریار یونیورسٹی سے لیٹ آیا تھا وہ افطاری کے بعد اپنے کمرے میں آرام کی غرض سے لیٹا تھا۔ ہیلو۔ شہریار نے کال رسیو کی تھی۔

"بھائی وہ بھائی۔" طوبیٰ کی ہچکیاں بندھ چکی تھیں۔

"رو کیوں رہی ہو کیا ہوا ہے۔" شہریار اس کے رونے سے حیران ہو رہا تھا۔

"بھائی آپ چیک کریں ہانی گھر پہ کیا۔" طوبیٰ نے خود کو نارمل کرتے ہوئے کہا۔

"پہلے تم بتاؤ تم کہاں ہو۔" شہریار پریشانی کے عالم میں اٹھ بیٹھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ لوگ کہیں جانے والے تھے۔

بھائی یہ سب چھوڑیں آپ جلدی سے میری فرینڈ سمیرا کے گھر آئیں۔ طوبیٰ نے کانپتی آواز میں کہا۔

"تم کچھ بتاؤ گی مجھے کیوں سسپینس کریٹ کر رہی ہو۔" شہریار ایک دم غصے سے بولا۔

"ہم لوگ سمیرا کے گھر جا رہے تھے راستے میں وہ مجھ سے کچھ قدم پیچھے تھی اب پوری سڑک چھان ماری وہ کہیں نہیں ہے۔" طوبیٰ اب پھر سے رونے لگی تھی۔ شہریار کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

"تم وہیں رکو میں آتا ہوں۔" وہ بیڈ سے جمپ لگا کے اٹھا تھا اور تقریباً بھاگتے ہوئے باہر کی جانب لپکا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"یار کیا مال ہے سنی بھائی کی نظر بہت تیز ہے۔ ان میں سے ایک اسکے قریب آتے ہوئے بولا۔ ہانی نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔

"جوہری کی نظر بول جوہری کی۔" دوسرے نے ایک آنکھ دباتے ہوئے قہقہہ لگایا۔ ام ہانی کی آنکھوں سے آنسو روانی سے بہنے لگے تھے وہ لوگ اب اس کے قریب بیٹھ گئے تھے۔

"یار اس جیسی لڑکیاں ہی ہوتی ہیں جو رمضان میں بھی ایمان خراب کرنے سے باز نہیں آتیں۔" پہلے والے نے اسکے بالوں کی لٹ کو اپنی انگلی پہ لپیٹا۔ ہانی نے سر کو زور زور سے ہلانا شروع کر دیا۔ وہ تینوں قہقہہ لگا کر ہنسے تھے۔ وہ تینوں اس وقت اسے ڈرائیکولا سے کم نہیں لگ رہے تھے۔ ہانی کی پہنی ہوئی چوڑیاں ٹوٹ چکی تھیں۔ اور چھینا جھپٹی میں دوپٹا بھی کہیں گر گیا تھا۔

"یا اللہ میں تیری عاجز بندی تجھ سے اپنی عزت کی سلامتی کی بھیک مانگتی ہوں بلاشبہ تو نوازنے والا ہے میرے مالک۔ میرے پروردگار ان شیطانوں کو مجھ سے دور رکھنا کسی فرشتے کو بھیج دے کچھ بھی کر میرے مالک مجھے یہاں سے آزاد کروادے۔ اللہ اپنا کوئی معجزہ دکھادے۔" وہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ بس اسی ایک دعا کا ورد کر رہی تھی۔ "یا اللہ میں کیا کروں کیسے نکلوں ان کے چنگل سے ام ہانی از حد پریشان تھی۔

"لڑکی جتنا ماتم کرنا ہے کرلو آج کے بعد تمہارے پاس ماتم کے سوا ہوگا ہی کیا۔" ان میں سے ایک قہقہہ لگا کہ ہنسا۔ "ہاں ابھی سنی بھائی آئیں گے تو تمہیں پتہ چلے گا کہ اصل میں ماتم کس چیز پہ کیا جاتا۔" وہ اس سے کچھ فاصلے پر تھے مگر وہ انکی باتیں بخوبی سن پا رہی تھی۔

"بھائی آج رات تو بہت مزا آنے والا ہے صبر بھی نہیں ہو رہا۔" وہ عجیب گھٹیا پن سے ہنس رہے تھے۔ ہانی کو اپنا پورا وجود سن ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ کیا ہونے جا رہا تھا اس کے ساتھ۔ ایسا کونسا بڑا گناہ سرزد ہو گیا تھا جس کی پاداش میں ایسی ذلت و رسوائی اسکا مقدر بننے والی تھی۔

"یا اللہ میرے گناہوں کو بخش دے مجھے اس سب سے بچالے۔" ہانی کی زبان پہ صرف دعاؤں کا ورد تھا۔

"یار یہ سنی بھائی کہاں رہ گئے آئے کیوں نہیں۔" ان میں سے ایک نے اپنی جیب سے موبائل نکال کر کسی کو کال کی تھی شاید سنی کو۔ ام ہانی کو فوراً اپنے موبائل کی یاد آئی تھی۔ دماغ تو گویا کام کرنا ہی چھوڑ چکا تھا۔ اور پھر بہت سوچنے پر اسے یاد آیا تھا کہ موبائل اسکی جینز کی پاکٹ میں تھا۔ وہ ہمیشہ جینز اور ٹروزر وغیرہ کے ساتھ گھٹنوں تک آتی شرٹ پہنتی تھی۔ آج بھی وہ بلیو جینز کے ساتھ سفید رنگ کا کرتہ پہنے ہوئے تھی۔

"میں کیسے رابطہ کروں۔" اسنے اپنے دونوں بندھے ہوئے ہاتھوں کو مایوس کن نظروں سے دیکھا۔

"آج کے بعد اگر تم گھر سے باہر نکلی میں ٹانگیں توڑ دوں گا تمہاری۔" شہریار کے الفاظ کہیں بہت قریب گونجے تھے۔

"خدا گواہ ہے شہریار میں تمہاری ضد میں نہیں آئی تھی۔" اور ایک بار پھر اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شہریار بائک لے کر اگلے پانچ منٹ میں ان کے پاس پہنچ گیا تھا۔

"پورا گھر چھان مارا ہے وہ وہاں نہیں ہے۔ تم لوگوں میں ذرا سی بھی عقل ہے میں گھر میں تھا مجھے ڈراپ کرنے کا تو کیا کہنا مجھے کسی نے انفارم کرنا ضروری نہیں سمجھا کہ ہم کہیں جا رہے ہیں۔" شہریار اب ان سب کے سر پہ کھڑا چلا رہا تھا۔"کال کی اسے تم نے۔" وہ اب طوبیٰ سے پوچھ رہا تھا۔

"نمبر آن ہے کال پک نہیں ہو رہی۔" طوبیٰ نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے کہا۔ شہریار نے اپنے نمبر سے کال تھی۔ وہی ہوا جو طوبیٰ نے کہا۔

"کیا ضرورت تھی تم سب کو باہر آنے کی۔" شہریار کا غم وغصے سے برا حال تھا۔

"آئی ایم سوری بھائی ہمیں کیا پتہ تھا۔" طوبیٰ نے روتے ہوئے کہا۔

"سب پتہ تھا تمہیں اس دن والا واقعہ کافی نہیں تھا کیا ہنٹ کے لیے۔" شہریار غصے سے دھاڑا۔

"کونسا واقعہ بھائی۔" طوبیٰ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

تین دن پہلے ہی ہوا ہے اتنا پرانا نہیں ہوا کہ تم بھول جاؤ۔ شہریار شدید غصے میں تھا۔

"بھائی سچ میں مجھے کسی واقعہ کے بارے میں کچھ نہیں پتہ۔" طوبیٰ روہانسے لہجے میں گھگھیائی۔

"ہاں اسے تو مجھے نیچا دیکھانے کا شوق تھا ناں اب اسکا کیا نجانے کون کون بھگتے گا۔" شہریار کا بس نہیں چل رہا تھا کیا کر دے۔

"وہ تو آ بھی نہیں رہی تھی میں اسے زبردستی لائی تھی۔" طوبیٰ اب شدت سے رونے لگی تھی۔ شہریار نے ایک نظر اس پہ ڈالی اور پھر پیر کی نوک سے زمین مسلنے لگا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے اتنی بڑی بات اسنے تمہیں نہ بتائی ہو میں کیسے مان لوں۔" شہریار ابھی تک بے یقین تھا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں مجھے کچھ نہیں پتہ۔" طوبیٰ نے اپنی بات پر زور دیا۔

"شہریار اسے ڈھونڈھو تم انوکھے پریشان نہیں ہو ہم سب بھی پریشان ہیں چلانے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ یا اللہ میری بچی کی حفاظت فرمانا۔ میرا تو دل بیٹھا جا رہا ہے کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو کیا جواب دوں گی میں اسکے ماں باپ کو۔" سلمہ بیگم غم سے نڈھال ہوئی جا رہیں تھیں۔ ارد گرد کے لوگ اب بھی جمع تھے انکی کالونی میں پہلی بار سر شام اتنے رش میں سے کسی لڑکی کا اغوا ہوا تھا۔

"مشتاق صاحب کی بھتیجی اغوا ہو گئی ہے۔" اور پھر یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ایریا میں پھیل گئی تھی۔ وہ بس ہاتھ پہ ہاتھ رکھے اپنی تشویش کا اظہار کر رہے تھے۔

"آنٹی اس دن وہ کہہ رہی تھی کہ وہ آپ کے ساتھ آئی تھی۔" شہریار اب حقیقی معنوں میں پریشان تھا کہ کوئی بھی کچھ بھی نہیں جانتا۔

"بیٹا وہ اٹھ کر آگے چلی گئی تو پیچھے سے سامنے والی رُقیہ مجھے زبردستی اپنے ساتھ اپنے گھر تک لے گئی۔ مجھے لگا ہانی آ جائے گی۔ میں نہیں جانتی اس دن کیا ہوا تھا۔" ثمینہ آنٹی سر جھکائے بولیں۔ دھماکے پہ دھمکے ہو رہے تھے کوئی کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ شہریار نے ایک بار پھر اسکا نمبر ٹرائے کیا نمبر آن تھا۔ کال اس بار بھی پک نہیں ہوئی تھی اس نے مایوسی سے موبائل واپس جیب میں رکھا مگر شہریار اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ کس کا کام ہے۔

"آپ سب لوگ گھر جاؤ یہاں تماشہ کرنے کی ضرورت نہیں میں پولیس اسٹیشن جا رہا ہوں۔" وہ ان سب سے کہتا آگے بڑھ گیا۔ شہریار خود کو گھسیٹتے ہوئے تھانے تک پہنچا تھا۔ تین بار ایکسیڈینٹ ہوتے ہوتے بچا تھا۔ اس لگ رہا تھا جیسے سب ختم ہو گیا تھا۔ یہ اچانک کیا ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"لو جی سنی بھائی آ گئے۔" ایک چہکتی آواز نے ہانی کو سر اٹھا کر سامنے دیکھنے پر مجبور کیا تھا۔ اس چہرے کو وہ بخوبی پہچانتی تھی۔ سنی چلتے ہوئے اسکے قریب آیا تھا اسکی آنکھوں کی چمک اسکی فتح کا پتہ دے رہی تھی۔

"یا اللہ کیا آج بھی ایک ظالم مجبور پر غالب آ جائے گا۔" یہ سوال اس نے دل ہی دل میں اپنے اللہ سے کیا تھا۔

"تو پھر مس جو بھی نام ہے تمہارا کیسا محسوس کر رہی ہو۔" وہ گھٹنوں کے بل جھکا اس سے پوچھنے لگا۔

"یا اللہ میں تیری رحمت کو پکارتی ہوں رمضان کے اس مہینے میں شیاطین تو جکڑ لیے جاتے ہیں پھر یہ آزاد کیوں ہیں۔ میں تیری رحمت کی منتظر ہوں۔" وہ تو بس سر جھکائے ایک ہی کام میں مشغول تھی۔

"اس دن ہاتھ آ جاتی تو ایک بار کی اذیت سے جان چھوٹ جاتی۔ مگر آج تو۔" وہ اپنا مکروہ چہرہ اسکے قریب کرتے ہوئے ہنسا۔ اسکے چیلوں نے بھی اسکا ساتھ دیا تھا وہ شدید پریشانی میں اپنے ہونٹ کاٹنے لگی تھی۔ "کیا کہہ رہا تھا اس دن تیرا ہیرو اس لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو جان لے لے گا۔" وہ سب زور زور سے ہنسنے لگا جان لے لے گا۔ "اب اسے میں بتاؤں گا کہ ذلت کیا ہوتی ہے۔ میں تمہیں آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھوں گا نہ۔" وہ سر کو زور زور سے نفی میں ہلانے لگا۔ "میں تمہیں آنکھ اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔" اسنے اسکے بالوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ ہانی نے تکلیف کے شدید احساس کے تحت آنکھیں بند کر لیں تھیں۔

"تب مزہ آئے گا جب لوگ اس پر انگلیاں اٹھائیں گے۔ بلاؤ اسے کوئی بتائے اسے کہ اپنا چیلنج پورا کر دیا ہے میں نے۔" اسنے ہانی کے بالوں کو جھٹکا دیا تھا۔ ہانی کا سر زور سے درخت کے تنے سے ٹکرایا تھا۔ مگر یہ درد تو کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔ "بات اس رات کی مارتک ختم ہو جاتی تو شاید میں اتنا انتہائی قدم نہ اٹھاتا۔" اسکی بات ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔ ہانی بس بے بسی کی انتہا پہ پہنچی اسکی باتیں سننے پہ مجبور تھی۔ "اسنے چوری کا جھوٹا الزام لگا کر مجھے تین دن کے لیے جیل بھیج دیا۔" وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے غصے سے بولا۔ ہانی اب کسی بے جان شے کی طرح پڑی تھی۔ وہ اس وقت کر بھی کیا سکتی تھی۔ "کیا خیال ہے تمہاری ویڈیو بنائی جائے۔" وہ اسکے قریب ہوتے ہوئے ہنسا۔ "فیس بک پہ اپلوڈ کریں گے۔" ہانی نے کرب سے آنکھیں موند لیں تھیں۔ "ویسے تم چیز کمال کی ہو روز تمہارا پیچھے کرتے کرتے بہت کچھ جان گیا ہوں میں۔ تم اس ہیرو سے کافی نفرت کرتی ہو ہے نا۔" وہ اسکے ہاتھ کھولتے ہوئے بولا۔

"قابل نفرت وہ نہیں قابل نفرت تو تم ہو۔" وہ کہنا چاہتی تھی پر اسکا منہ تو بندھا ہوا تھا۔ اسنے نفرت سے چہرہ دوسری جانب موڑ لیا۔

"کیوں مجھ سے کیوں نفرت کا اظہار کر رہی ہو۔" سنی نے کہتے ہوئے اسکے ہاتھ صرف درخت کے تنے سے آزاد کئے تھے رسیوں میں تو وہ اب بھی جکڑی ہوئی تھی۔

"یا اللہ مدد اپنے پیارے نبی کا صدقہ سمجھ کے مجھے اس ذلت و رسوائی سے بچا لے۔" وہ بس ایک ہی ورد کو جاری رکھے ہوئے تھی۔ سنی نے اسکے بالوں سے گھسیٹتے ہوئے کھڑا کیا تھا۔ ہانی آنکھوں میں صرف ایک بات کا خوف تھا۔ وہ موت سے ڈرنے والی نہیں تھی اسے جو چیز ڈرا رہی تھی وہ کچھ اور ہی تھی۔ "کاش کہ اس وقت مجھے موت آ جائے۔" اسنے شدت سے خواہش کی تھی پر وہ کتنی بے بس تھی موت کو بھی گلے نہیں لگا سکتی تھی۔ سنی نے اسے نیچے زمین پہ دھکا دے کر گرایا تھا۔ اسکا منہ ہاتھ پیر سب بندھے ہوئے تھے۔

"شہریار تم ہی آ جاؤ ہر بار آ جاتے ہو آج کہاں رہ گئے ہو۔" آج اسے اپنا ازلی دشمن بھی دوست دیکھائی دینے لگا تھا۔ وہ زمین پہ اندھے منہ گری پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وہ سب جنگلی بھیڑیوں کی طرف اس پہ جھپٹ پڑے تھے۔ اسکا رواں رواں چیخ و پکار کر رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"ہائے حماد میں شہریار۔" شہریار نے انسپکٹر حماد سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا

"حماد شہریار کا پرانا یونیورسٹی فیلو تھا۔" وہ آجکل اسی تھانے کا انسپکٹر تھا۔

"ہاں شہریار میں نے پہچان لیا ہے۔" انسپکٹر حماد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آؤ بیٹھو کیسے آنا ہوا سب خیر ہے نہ۔" حماد اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتا خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ شہریار کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ بات کہاں سے شروع کرے۔ اپنی عزت کا یوں بیچ بازار تماشہ لگانہ آسان نہیں ہوتا۔

"تم بہت پریشان دیکھائی دے رہے ہو سب خیر تو ہے نہ۔" حماد نے شہریار کی پریشانی بھانپتے ہوئے خود ہی بات کا آغاز کیا تھا۔ شہریار نے ہاتھ مسلتے ہوئے ایک نظر حماد کو دیکھا اور پھر ہمت کرتے ہوئے سنی کے پیچھا کرنے سے لے کر آج تک کی ساری بات اسکے گوش گزار کر دی۔

"یار ایک طرح سے یہ سارا معاملہ اغوا کا لگ رہا اور دوسری طرف سے۔" حماد نے بات کرتے ہوئے ایک نظر شہریار کو دیکھا۔

"دوسری طرف کیا۔" شہریار نے بے چینی سے کہا۔

"یار میری بات کا برا مت ماننا۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ لڑکی اپنی مرضی سے گئی ہو۔" حماد نے ایک نظر شہریار کو دیکھا۔

"دیکھو آجکل یہ سب عام بات ہے گھر والے اغوا کا پرچہ کٹوانے آتے ہیں اور وہاں جا کر معاملہ کچھ اور ہی ہوتا ہے یہ روز کا کام ہے ہمارا تم ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچ کر جواب دو۔" شہریار کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

"تمہیں میری مدد کرنی ہے تو ٹھیک ورنہ ایسی باتیں کر کے میرے زخموں کو کریدنے کی اجازت ہرگز میں تمہیں نہیں دوں گا۔" وہ غصے سے کہتا اٹھ کھڑا ہو گیا۔

"دیکھو میں سمجھ سکتا ہوں پر یہ سب میری ڈیوٹی کا حصہ ہے۔ انکوائری کرنی پڑتی ہے۔ رکو میں سنی کے اڈوں کی انفارمیشن نکلواتا ہوں۔" حماد اسکے کندھے کو تھپکتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

"حماد میں اپنے کردار کی گواہی نہیں دے سکتا مگر امہانی کے کردار کی گواہی دے سکتا ہوں وہ ایسی لڑکی نہیں ہے۔" شہریار وہیں کھڑے سر جھکائے کرب سے گویا ہوا۔ اپنے ایک اہلکار کو انفارمیشن کا کہہ کر رسیور کریڈل پہ رکھتے حماد کا ہاتھ وہیں تھم گیا تھا۔ شہریار تو انکی کلاس کی جان ہوا کرتا تھا کبھی کسی چیز کو سیریس نہیں لیتا تھا لڑکیاں اگے پیچھے گھومتی تھیں مگر وہ کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔ وقت آگے چلا گیا تھا پر یہ شہریار اتنا کمزور کب سے ہو گیا تھا جو حالات کا مقابلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ اسکی کزن تھی عزت تھی مگر کچھ اور بھی تھا۔ حماد سر جھٹکتے ہوئے اس کے قریب آیا۔

"یار تم ہمت رکھو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" حماد نے اسے کندھے سے پکڑ کر واپس بٹھایا تھا۔

"تم کچھ بھی کر و اسے ڈھونڈھ نکالو پر دوبارہ ایسی بات مت کہنا حماد۔" وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا۔۔

"آئی ایم سوری یار میں تمہارے ساتھ بھی پروفیشنل ہو گیا میں معذرت چاہتا ہوں بس ابھی ساری انفارمیشن مل جائے گی۔" اس کے بارے میں حماد اسکے پاس کھڑا اسے تسلیاں دے رہا تھا۔ اگلے دس منٹ میں سنی کے بارے میں ساری انفارمیشن حماد کو مل گئی

تھی۔اس کے مین تین ٹھکانے تھے جن میں سے دو پر وہ کثرت سے جاتا تھا اور اسے آج شام کو ہی ضمانت پر رہا کیا گیا تھا۔حماد نے تینوں ٹھکانوں پر ریڈ کروائی تھی پر وہاں سے کچھ نہیں ملا تھا۔مگر وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتے تھے۔شہریار کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کیا کیا جائے۔حماد پریشانی سے یہاں وہاں چکر لگا رہا تھا۔

"حماد ہمارے پاس وقت بہت کم ہے یہ نہ ہو ہمارے پہنچنے تک۔"شہریار نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔وہ ایسا کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا مگر۔۔۔

"یار اسکا نمبر ٹرائے کیا تم لوگوں نے۔"حماد اسکے قریب آتے ہوئے بولا۔

"ہاں نمبر آن ہے لگتا ہے اسکا موبائل کہیں راستے میں گر گیا ہو گا اگر ان کے ہاتھ لگ جاتا تو اب تک بند ہوتا۔"شہریار نے مایوسی سے کہا۔

"مگر ہم لوکیشن ٹریس کروا کر چیک کر سکتے ہیں کیا پتہ کوئی انفارمیشن مل جائے۔"حماد تیزی سے کہتا آگے بڑھا۔شہریار نے ام ہانی کا نمبر اس کے سامنے کیا تھا۔حماد نے اپنے ماتحت عملے کو جلد از جلد لوکیشن ٹریس کرنے کا حکم دیا تھا۔

"یا اللہ اسے اپنے حفظ و امان میں رکھنا۔"شہریار نے آنکھیں بند کرتے ہوئے شدت سے دعا کی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"مما اگر ماموں جان اور ممانی کو کو پتہ چل گیا ہم کیا جواب دیں گے۔"طوبیٰ اور سلمہ بیگم بس پریشانی سے لاؤنج ل میں صوفوں پر بیٹھیں تھیں جبکہ مشتاق صاحب پریشانی سے ایک وہاں چکر کاٹ رہے تھے۔

"ہائے میرے بھائی کی اکلوتی بیٹی یا اللہ اسکی حفاظت فرمانا میں اپنے بھائی بھاوج کو کیا منہ دکھاؤں گی انکی بیٹی کا خیال بھی نہ رکھ پائی۔"وہ کہتیں ہوئیں پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

"ہم بس دعا کر سکتے ہیں بچی ساتھ خیریت کے گھر آجائے کچھ نہیں ہو گا اسے تم حوصلہ رکھو۔۔"مشتاق صاحب نے انھیں حوصلہ دیا تھا۔طوبیٰ اور سلمہ بیگم نماز کے لیے اٹھ گئیں تھیں۔ام ہانی کو انکی دعاؤں کی بہت ضرورت تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"سر یہ نمبر آن ہے اور یہ لوکیشن ہے جو شو ہو رہی ہے۔"حماد کا ایک ماتحت ایک کارڈ ہاتھ میں لیے کمرے میں داخل ہوا۔شہریار تیزی سے اسکی جانب بڑھا۔

"گڈ کونسی جگہ ہے جلدی بتاؤ۔"حماد بھی اپنی کیپ درست کرتے اٹھ کھڑا ہوا۔شہریار نے اسکے ایڈریس بتانے سے پہلے ہی وہ کارڈ اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا۔

"یہ لوکیشن تو ہمارے گھر کے قریب ہی ہے سڑک سے نیچے پہاڑوں کی طرف جھاڑیاں اور درخت وہاں ہے۔" شہریار کاغذ پہ نظریں جمائے بول رہا تھا۔

"پھر ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے جاکر چیک کرنا چاہیے۔" حماد اسکا کندھا تھپکتے ہوئے بولا۔

"جلدی سے سب کو ریڈ کے لے ریڈی کرو۔" حماد نے اپنے ماتحت کو حکم دیا تھا۔

"یس سر۔" وہ سیلوٹ کرتا باہر چلا گیا۔

"شہریار کنفرم تو نہیں مگر ہم تسلی کے لیے جارہے ہیں تم آجاؤ۔" حماد اسے کہتا ہوا باہر کی جانب بڑھا۔

"یہ کیسی امید ملی تھی جس کے بعد بھی کوئی امید نہیں تھی۔ اگر وہ وہاں بھی نہ ہوئی یا ہمیں دیر ہوگئی تو۔" وہ بھی انہی سوچوں میں الجھا حماد کے پیچھے لپکا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ بھیڑیے اسے نوچ کھانے کو بے تاب تھے۔ ام ہانی دونوں ہاتھوں پیروں کے بندھے ہونے کے باوجود ہر ممکن حد تک مزاہمت جاری رکھے ہوئے تھی۔

"بڑی اتھری چیز ہے سنی بھائی بڑی جان ہے اس میں۔" ان میں سے ایک نے اسکے گلے پہ ہاتھ رکھے اسکا گلا دبانے کی کوشش کی تھی۔

"یا اللہ مجھے موت آجائے پر یہ سب نہیں۔" اسے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"ابے سالے یہ کیا کر رہا ہے۔" سنی نے اسے پیچھے دھکیلا تھا۔ ہانی مایوس ہوئی وہ پھر بچ گئی تھی۔

"اچھے بھلے حلال مال کو کیوں مردار بنانے پہ تلے ہو۔" دوسرے والے نے پہلے والے کو گھرکا۔ ہانی اسی لڑائی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کمر کے بل سرکتی ہوئی تھوڑا دور ہٹی۔ سنی نے اسکی حرکت کو فورا نوٹس کیا تھا۔

"کیا ہوا مجھ سے دور بھاگنے کا دل چاہ رہا ہے۔" وہ اس پہ جھکا زور سے چلایا۔

"میں بھیجتا ہوں تمہیں خود سے دور ابھی تمہاری ساری اکڑ اور تیزی ختم نہ کر دی تو سنی دادا نام نہیں میرا۔" اسنے چلاتے ہوئے زور دار تھپڑ ہانی کے منہ پر مارا۔ اسکا گال اندر سے پھٹ گیا تھا۔ "یا اللہ مدد۔" ہانی نے شدت سے اللہ کی رحمت کو پکارا تھا۔

"ابے سالے تیری ہمت کیسے ہوئی ہانی کو ہاتھ لگانے کی۔" شہریار نے گھٹنوں کے بل جھکے سنی کو اسکے کالر سے پکڑ کر اٹھایا تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ کوئی اتنی شدت سے اپنے اللہ کو پکارے اور وہ اسکی آواز نہ سنے۔

"تیری یہ جرات یہ سب کرے گا تو اب۔" شہریار شدید طیش کے عالم میں چلاتے ہوئے اس پر جھپٹ پڑا تھا۔ اور پھر اس نے پاگلوں کی طرح جنونی انداز میں اسے مارا تھا۔ لاتیں مکے ٹھڈے۔ حماد نے اسے نہیں روکا تھا۔ سنی کے باقی تینوں ساتھیوں کو پولیس کے باقی اہلکار ہتھ کڑی لگا چکے تھے۔ انکا شک ٹھیک نکلا انھوں نے لوکیشن کی جگہ کو ہی فالو کیا تھا اور راستے میں انھیں سڑک کے قریب ہی کچھ ٹوٹی چوڑیاں اور ایک سفید دوپٹہ دیکھائی دیا تھا۔

"یہ ام ہانی کا ہی دوپٹہ ہے۔" شہریار دوپٹہ ہاتھ میں لیتے ہوئے پورے یقین سے بولا۔

"آر یو شور۔" حماد نے رکتے ہوئے دیکھا۔

"آئی ایم شور کیوں کہ یہ اسی پرفیوم کی خوشبو ہے جو وہ استعمال کرتی ہے۔" وہ دوپٹہ اپنے سینے کے ساتھ لگائے بولا۔ حماد سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اگے بڑھ گیا۔ وہ لوگ تھوڑا اگے تک گئے تھے انھیں قریب ہی کچھ ہلچل محسوس ہوئی تھی۔ اور پھر تھوڑا اور قریب جانے پر آوازیں صاف سنائی دینی لگیں تھیں۔ شہریار ایک دم آگے بڑھا تھا۔

"یار یہ جذباتی ہونے کا وقت نہیں۔" حماد نے اسکا بازو پکڑ کر اسے روکا۔ اور اپنی نفری کو یہ سارا ایریا چاروں طرف سے گھیر لینے کا اشارہ کیا۔ اور پھر ہوشیاری سے ان تینوں کو پیچھے سے پکڑا۔ مگر شہریار سامنے کا منظر دیکھ کر غصے سے بے قابو ہو گیا تھا۔۔ وہ مسلسل سنی کو مار رہا تھا۔ ام ہانی کو اب تک اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا۔ اللہ نے اسکی سن لی تھی وہ بچ گئی تھی۔ شکرانے کے کئی آنسو زمین کو تر کر گئے تھے۔ حماد نے آگے بڑھ کر ام ہانی کی رسیاں کھول دیں تھیں۔ منہ سے کپڑا کھولتے ہی بہت سارا خون اسکے منہ سے بہہ نکلا تھا۔ مگر وہ وہیں اپنے بے جان وجود کے ساتھ بیٹھی رہی۔ حماد اسے وہیں چھوڑ کر شہریار کی طرف بڑھا اور اسے سنی سے الگ کرتے ہوئے اپنے سپاہی کو اسے اریسٹ کرنے کا اشارہ کیا۔ شہریار نڈھال سا پیچھے ہٹ گیا۔ وہ تو اسے جان سے مار دینا چاہتا تھا۔

"یار تمہاری کزن وہاں ہے جاؤ اسے لے کر گھر جاؤ انکو میں ہینڈل کر لوں گا۔" حماد نے اسے تسلی دی۔

"حماد یہ لوگ باہر نہیں آنے چاہئیں۔ جتنا پیسا لگا میں لگاؤں گا اور کیس بھی لڑوں گا ان کے خلاف۔" شہریار ایک دم غصے سے بولا۔

"تم بے فکر رہو یہ باہر نہیں آئیں گے۔ اب چلو تمہیں گھر ڈراپ کر دوں تمہاری بائیک تو تھانے ہے۔" حماد اسے کہتا اگے بڑھ گیا۔ شہریار آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اپنے سے کچھ فاصلے پر کسی مومی مجسمے کی طرح براجمان ہانی کی طرف بڑھا۔ ہانی کا لباس کئی جگہوں سے پھٹ چکا تھا۔ اور منہ کے علاوہ بھی کئی جگہوں پر ناخنوں کے نشان تھے اور کئی گہرے زخموں سے خون رس رہا تھا۔ شہریار کے سینے میں درد اٹھا تھا۔ ام ہانی نے آنسوؤں سے لبریز نظروں سے اسکی طرف دیکھا۔ وہ بھی اسی پر نگاہیں جمائیں بیٹھا تھا۔ ام ہانی کو لگا کہ وہ ابھی اس پر برس پڑے گا۔ مگر نہیں وہ تو خود بہت نڈھال دیکھائی دے رہا تھا۔ اسنے کب سوچا تھا کہ وہ ہانی کو اس حال میں دیکھے گا۔ شہریار نے بروقت اپنی نظریں جھکا کر اپنے آنسو چھپا لیے تھے۔ اور پھر اپنے گلے میں مفلر کی طرح پہنا ہوا ہانی کا دوپٹہ اتار کر اسے

اوڑھادیا۔اور پھر اسے کندھوں سے تھام کر کھڑا کیا۔ہانی کو لگا جیسے وہ جلتی دھوپ سے ایک سایہ دار درخت کے سائے تلے آگئی ہو۔وہ اسی کسی قیمتی متاع کی طرح اپنے بازوں میں سمیٹے آگے بڑھنے لگا۔ام ہانی کو آج وہ سچ مچ رحمت کا فرشتہ معلوم ہو رہا تھا۔حماد انھیں اپنی گاڑی میں گھر ڈارپ کر کے چلا گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ لوگ جب گھر پہنچے تقریبا دو بج رہے تھے وہ اسی طرح لڑکھڑاتی شہریار کا سہارا لیے گھر آئی تھی۔سلمہ بیگم اسے سینے سے لپٹائے خوب روئیں۔اسکی حالت بتا رہی تھی جیسے سب لٹ چکا ہو پر وہ فلحال خاموش تھیں۔شہریار خاموشی سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ہانی کا ایک ایک زخم اسے شاید ہانی سے زیادہ اذیت دے رہا تھا طوبیٰ ہانی کو اپنے ساتھ کمرے میں لے گئی۔وہ تو بس بت بنے بیٹھی تھی طوبیٰ نے اسکے زخم صاف کر کے بینڈیج کی تھی۔اور پھر اسکے کپڑے بدلوائے تھے۔وہ مسلسل رو بھی رہی تھی مگر وہ ہانی سے کوئی سوال نہیں کر رہی تھی۔ہانی کے تو گویا آنسو خشک ہو گئے تھے۔وہ بس پتھر کی ہو گئی تھی۔اس رات نہ سحری بنی اور نہ ہی کوئی پھر اپنے کمرے سے باہر آیا۔سب نے بنا سحری روزہ رکھا تھا۔ام ہانی یہ پین کلر لے لو آرام ملے گا اور سونے کی کوشش کرو۔طوبیٰ نے ایک ٹیبلیٹ اسکے ہاتھ پہ رکھتے ہوئے پانی کا گلاس اسکے سامنے کیا۔ہانی نے خاموشی سے ٹیبلیٹ لے لی تھی۔

"یار تم پلیز روزے کی نیت مت کرنا۔"طوبیٰ اسکے کے قریب بیٹھ گئی۔وہ اسے اچھی طرح جانتی تھی۔ہانی نے سر اثبات میں ہلاتی وضو کرنے اٹھ کھڑی ہوئی۔اب اللہ کا شکرانہ ادا کرنے کا وقت تھا۔اور جاتے ہوئے اسنے روزہ کی نیت کر لی تھی۔

دوسری طرف شہریار بس جائے نماز پہ بیٹھا مسلسل ہاتھ اٹھائے رو رہا تھا۔وہ اپنے رب کا کیسے شکر ادا کرتا بے شک وہ عزتوں کا رکھوالا ہے۔اسے اس وقت ایک ہی آیت یاد آرہی تھی۔"تو پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"۔بے شک وہ اللہ ہی ہے جو کبھی کسی کو مشکل میں اکیلا نہیں چھوڑتا وہ اور شدت سے رو دیا۔شہریار کو جائے نماز پہ بیٹھے بیٹھے ہی آٹھ بج گئے تھے۔مگر بے چینی تھی کہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔وہ جائے نماز طے کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔پوری رات کا جاگا ہوا ہونے کے باوجود نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔وہ سونے کا اردہ ترک کر کے باہر نکل گیا تھا۔اور پھر اسکے قدم ام ہانی کے کمرے کی جانب خود بخود اٹھنے لگے تھے۔دھیرے سے دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تھا۔طوبیٰ بیڈ پہ بے سودھ سو رہی تھی جبکہ ام ہانی جائے نماز پہ ہی دوپٹہ نماز کی طرح اوڑھے ٹانگیں سمیٹے ایک بازو سر کے نیچے رکھے سو رہی تھی۔شاید وہ دعا مانگتے ہوئے وہیں سو گئی تھی۔کتنا سکون تھا نہ اسکے چہرے پہ اور بلا کی معصومیت۔کمرہ کافی ٹھنڈا تھا شہریار نے سکڑی سمٹی ہانی پہ ایک نگاہ ڈال کر بیڈ پہ پڑا اسکا کمبل اس پہ اڑھایا تھا۔وہ کمبل اڑھانے کے لیے جھکا تھا جب اسکی نگاہ اسکے سوجے ہوئے گال اور زخمی ہونٹ پہ پڑی تھی۔کل رات کے زخم ایک ایک کر کے یاد آنے لگے تھے۔ام ہانی تھوڑا سا کسمسائی اور کمبل کو اپنے اوپر کھینچا۔کلائی پہ رسیوں کے نشان ابھی بھی موجود

تھے۔ شہریار نے بے اختیاری سے اسکے گال کی سوجن کو اپنی انگلی کی پوروں سے چھوا تھا۔ ہانی تھوڑا سا ہلی شاید اسے درد محسوس ہوا تھا۔ شہریار نے فوراً اپنا ہاتھ پیچھے ہٹالیا۔ اور پھر اسکے پاس سے اٹھ کر دبے قدموں وہ کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلی صبح بھی بہت اداس تھی کوئی کسی سے بات نہیں کر رہا تھا۔ ام ہانی بھی بس چپ چاپ لیٹی رہی تھی۔ پین کلر کی وجہ سے وہ دیر تک سوتی رہی تھی۔ اور بھی بس لیٹے لیٹے چھت کو گھور رہی تھی۔ طوبیٰ نے اسے بہلانے کی بہت کوشش کی تھی مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی۔

"دیکھو ہانی یار کتنے اچھے ڈریسز ہیں ہم سچ میں لیں گے تم بس پسند کرو کل ہم شیری بھائی کی جیب خالی کروائیں گے۔" طوبیٰ نے موبائل پہ کسی ڈزائنر ڈریس کی تصویر ہانی کو دیکھائی تھی۔ ام ہانی نے ایک نظر ڈال کر سر واپس جھکا لیا تھا۔ طوبیٰ کا مقصد صرف اس سے بات کرنا تھا۔ وہ کچھ تو بولے۔

"یار ہانی تم نہ چپ چاپ بلکل اچھی نہیں لگتی کچھ بولو۔" طوبیٰ نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے پیار سے کہا۔ مگر وہ تو کہیں اور ہی کھوئی ہوئی تھی۔ طوبیٰ کے آنسو روانی سے ام ہانی کے ہاتھ پہ گرنے لگے تھے۔ ام ہانی نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ سر جھکائے رو رہی تھی۔

"کیا ہوا طوبیٰ۔" ام ہانی نے اسکا چہرہ اوپر کرتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

"تم اس لیے مجھ سے بات نہیں کر رہی نہ تمہیں لگتا ہے سارا قصور میرا ہے میری وجہ سے یہ سب ہوا۔" وہ مسلسل روتے ہوئے بول رہی تھی۔ ام ہانی نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا۔ "مجھے معاف کر دو ہاں غلطی میری ہے مجھے تمہیں فورس نہیں کرنا چاہیے تھا تم۔ نہیں جانا چاہتی تھی پر تم نے بھی تو نہیں بتایا کہ اس سے پہلے بھی تمہارے ساتھ کوئی مسئلہ ہوا ہے۔" وہ اب کے ناراضگی سے بولی۔ تم غلط سوچ رہی ہو۔ ام ہانی نے دھیرے سے اسکا ہاتھ تھپکا۔ "میں نہ تم سے ناراض ہوں نہ کسی اور سے کسی کا کوئی قصور نہیں یہ سب ہونا طہ پاچکا تھا وہ تو شکر ہے مجھے اللہ نے بچالیا ورنہ۔" ام ہانی دھیرے سے مسکرائی۔ "اور تم بس اس سب کو چھوڑو خود بھی بھول جاؤ اور میری بھی بھولنے میں مدد کرو۔" ام ہانی ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجائے بیٹھی تھی۔ اور طوبیٰ ٹکٹکی باندھے بیٹھی تھی۔

"ام ہانی بہت ہمت والی ہو تم۔" طوبیٰ نے اسے داد دی۔

"اچھا مکھن مت لگاؤ۔" ام ہانی سے اسے چھیڑا۔

"تم ہنستی ہوئی بہت اچھی لگتی ہو ہمیشہ ہنستی رہو اللہ تمہیں خوشیاں دے۔" طوبیٰ نے اسے دل سے دعا دی تھی۔

"اچھا دادی اماں جی۔" ام ہانی ہنس دی طوبیٰ نے اسکا ساتھ دیا تھا۔

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبداللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُم مِریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

طوبیٰ ام ہانی کو زبردستی باہر لاؤنج میں لے کر آئی تھی۔ سب لوگ ایسے شو کر رہے تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں اور ام ہانی بھی سب پہ یہ شو کر رہی تھی کہ وہ نارمل ہے۔ وہ اب سب کو مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میں واپس لاہور جانا چاہتی ہوں۔" ام ہانی یوں ہی سر جھکائے بولی۔

"بیٹا دو تین دن رک جاؤ پھر چلی جانا۔" پھوپھو کا دل دکھ سے بھر گیا تھا مگر وہ خود کو نارمل کرتے ہوئے بولیں۔ ام ہانی نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ وہ لوگ ابھی اسی طرح بیٹھے باتوں میں مصروف تھے جب محلے کی کچھ عورتیں آئیں تھیں۔ سلمہ بیگم انھیں دیکھ کر کافی پریشان ہو گئیں تھیں۔

"ارے روقیہ، رفیقہ تم لوگ آج کیسے راستہ بھول گئیں۔" سلمہ بیگم انھیں خوش اخلاقی سے ملیں تھیں۔

"برے وقت میں اپنے ہی کام آتے ہیں۔" وہ دونوں بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"اللہ نہ کرے کہ کوئی برا وقت آئے جو آیا تھا۔ ساتھ خیریت کے گزر گیا۔" سلمہ بیگم دہل کر بولیں۔

"ارے ہم اسی کی تو بات کر رہے ہیں۔" وہ بھی بیٹھ کر کل رات کے واقعہ پر اظہار خیال کرنے لگیں تھیں۔

"بس بہن اب جو ہونا تھا سو ہو گیا اللہ آپ لوگوں کو صبر دے بڑی ہمت والی بچی ہے آپ کی آپ سب میں بلکل نارمل بیٹھی ہوئی ہے۔" ہانی کا دل چاہا کہ وہ وہاں سے اٹھ کر بھاگ جائے۔ مگر وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو تم لوگ کچھ بھی نہیں ہوا میری ہانی ساتھ خیریت کے گھر واپس آئی ہے۔" سلمہ بیگم کو ان کی باتیں چبھ رہیں تھیں۔ مگر وہ اپنا لہجہ نارمل رکھنے پر مجبور تھیں۔ زرا سا غصہ کرتیں یہ لوگ محلے میں ایک کی دس لگا کر سناتیں۔

"ارے بھائی یہ تو ہم جانتے ہیں ناں کہ سب ٹھیک تھا۔ پر لوگوں کو کون سمجھائے کل کو اسکا رشتہ بھی کرنا ہو گا۔ کوئی کیوں کر شادی کے لیے مانے گا۔" رُقیہ نخوت سے بولیں۔ ان کا ایک ایک لفظ ہانی کی روح کو زخمی کر رہا تھا۔

"بس جہاں نصیب ہوا ہو جائے گا۔" سلمہ بیگم محلے داری کی وجہ سے خاموش تھیں۔

"ارے بھائی ہمیں تو ترس آ رہا ہے ماں باپ کو بتایا کیا ہوا ہے انکی بیٹی کی ساتھ۔ طرفیقہ نے زرا آگے جھکتے ہوئے کہا۔ ہانی کی آنکھوں سے آنسو گرنا شروع ہو گئے تھے۔ اگلے بندے کو چاروں شانے چت کر کے لاجواب کر دینے والی ام ہانی زندگی کے کس مقام پر آ کھڑی ہوئی تھی۔

"نہیں ہم نے انھیں کچھ نہیں بتایا کیونکہ جب کچھ ہوا ہی نہیں ہم کیا بتائیں۔" شہریار اپنے کمرے سے کسی کام کے سلسلے سے باہر نکلا تھا۔ اور کافی دیر سے انکی باتیں سن رہا تھا مگر اب جواب دینا ضروری ہو گیا تھا۔

"ارے بیٹا ہم تو خیر خواہ ہیں آپکے۔"رُقیہ مسکرا کر بولیں۔

"میں سمجھ سکتا ہوں آنٹی اسی لیے تو بہت ضروری بات کرنے لگا ہوں آپ سے۔"وہ کہتے ہوئے انکے سامنے بیٹھا۔

"ہاں ہاں بیٹا بولو۔"وہ ہمہ تن گوش ہوئیں۔

"وہ کیا ہے ہانی کی بے گناہی کا اور پاکدامنی کا یقین ہے نہ آپکو۔؟"شہریار نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی تھوڑی کے نیچے ٹکایا۔

"ہاں ہاں بیٹا بلکل۔"انھوں نے سر زور زور سے اثبات میں ہلایا۔ام ہانی بس حیرانگی سے شہریار کو دیکھ رہی تھی۔

"ابھی آپ ام ہانی کے رشتے کی بات کر رہیں تھیں۔"وہ اپنی نظریں انہی پر گاڑے بیٹھا تھا۔انھوں نے اپنے سر کو ایک بار پھر ہاں میں جنبش دی تھی۔"تو آپ ام ہانی کا رشتہ کیوں نہیں لے لیتیں اپنے بیٹے کے لیے۔"شہریار نے ٹانگ پر ٹانگ جماتے ہوئے کہا۔

سلمہ بیگم اور طوبیٰ کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔اور رُقیہ بیگم کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ام ہانی کو لگا جیسے شہریار بیچ بازار اسے نیلام کر رہا ہے۔اسے ان خواتین کی باتوں سے بالکل فرق نہیں پڑا تھا۔شہریار کی بات نے اسکے دل کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا تھا۔لو تو آج سب لوگ اسے اسکی قیمت بتانے پر تل گئے تھے۔چند لمحوں میں وہ کتنی بے وقعت ہو گئی تھی۔دنیا کو جوتے کی نوک پہ رکھنے والی۔آج لوگوں کی ٹھوکروں پر پڑی تھی۔وہ ایک دم وہاں سے اٹھ کر بھاگتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"بیٹا کیا بات کر رہے ہو تم میرے بیٹے کو لڑکیوں کی کمی نہیں ہے۔جو ایک دغدار لڑکی کو میں اپنی بہو بنا لوں۔"ام ہانی کے کان بھی ان الفاظ سے فیض یاب ہوئے تھے۔

"تم کیوں نہیں کر لیتے اس سے شادی گھر کی عزت گھر میں رہ جائے گی۔"وہ منہ بنا کر نخوت سے بولیں۔

"آپکا بیٹا کہاں ہے؟"شہریار آج اپنے صبر کو آخری حد تک آزمانا چاہتا تھا۔

"وہ بڑی اچھی نوکری کرتا ہے وہ خیر کل نائٹ ڈیوٹی تھی اسکی شام تک آجائے گا گھر۔"وہ غصے سے بولیں۔

"اپنی عزت کو گھر پر سنبھال کر رکھو میرے شریف بیٹے کے لیے کمی نہیں ہے رشتوں کی اپنے گلے کا طوق ہمارے گلے۔"

"بس بہت ہو گیا۔"شہریار ایک دم چلا اٹھا۔"ایک لفظ اور نہیں۔"وہ سہم کے چپ ہو گئیں۔

"ہماری عزت ہے ہم سنبھالنا بھی جانتے ہیں اسی لیے آج تک محفوظ اور برقرار ہے۔اور جس بیٹے کے کردار کا نکارہ بجا رہیں ہیں تو آپ بھی سن لیں۔وہ اس ساری کاروائی میں برابر کا شریک رہا ہے نہیں یقین تو ایک چکر تھانے کا لگائیں۔اور ایک بات تو قسم کھا کر کہتا ہوں اسے نہ تو معاف کروں گا نہ اتنی آسانی سے رہا ہونے دوں گا۔"شہریار بھی تیش کے عالم میں بولا۔

"دیکھو تم میرے بیٹے پر جھوٹا الزام مت لگاؤ۔"رُقیہ بھی بھڑک اٹھیں۔

"دوسروں پر کیچڑ اچھالنے سے پہلے اپنے گھر پر نظر رکھیں۔ اور رہی بات رشتے کی تو ام ہانی کو اچھے لڑکوں کی کمی نہیں ہے آپ پریشان مت ہوں۔ اپنے بیٹے کی رہائی کا بندوبست کریں چھوٹنے تو میں نے دینا نہیں اب اسے۔" وہ مضبوطی سے بولا ام ہانی دروازے کے ساتھ کھڑی اس ساری کاروائی کو حیرانگی سے سن رہی تھی۔ شہریار اس کے لیے دنیا سے لڑ رہا تھا پر کیوں۔۔۔؟ شاید اپنی عزت کے لیے کر رہا تھا۔

"بھئی ہم تو ہمدردی میں آئے تھے لے دے کے ہماری بے عزتی کر دی۔" وہ دونوں غصے سے کہتیں اٹھ کھڑیں ہوئیں۔

"آپ جیسی خواتین ہی ہوتیں ہیں سارے محلے کی خبر ہوتی ہے سوائے اپنے گھر کے۔" وہ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"اچھا سلمہ بہت شکر یہ بے عزتی کا اب نہیں آئیں گے کبھی۔" وہ کہتیں ہوئیں آگے بڑھ گئیں۔

"جی ضرور آنٹی مت آیئے گا پر ام ہانی کی شادی پر ہم ضرور بلائیں گے آپ کو۔" شہریار نے پیچھے سے بلند آواز میں کہا۔

"یہ کیا طریقہ ہے گھر آئے مہمان سے بات کرنے کا۔" سلمہ بیگم شہریار کے سر ہوئیں۔

"حیرت تو مجھے آپ سب پہ ہو رہی ہے وہ بے فضول کی بکواس کر رہیں تھیں اور آپ خاموشی سے سن رہیں تھیں۔" وہ بھی بھڑک اٹھا۔

"وہ اب ایک کی دس لگا کر پورے محلے میں پتہ نہیں کیا کیا بولیں گی۔ بیٹا کس کس منہ بند کرواؤ گے۔" سلمہ بیگم شکستہ لہجے میں بولیں ۔

"سب کا بند کروا سکتا ہو ضرورت پڑی تو توڑ بھی سکتا ہوں۔" شہریار نے مضبوط لہجے میں کہا۔ سلمہ بیگم اسکا جنون دیکھ کر رہ گئیں۔

"سوچ رہی ہوں بھائی صاحب کو بتا دوں۔" وہ پریشانی سے بولیں۔

"کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے وقت آنے پر میں خود سب کو سب کچھ بتا دوں گا۔" وہ کہتا ہوا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"ہانی جذباتی مت بنو کیا کر رہی ہو تم۔" طوبیٰ کمرے میں آئی تو ہانی اپنی پیکنگ کرنے میں مصروف تھی۔۔

"تم کہیں نہیں جاؤ گی سمجھی تم۔" طوبیٰ نے ایک ایک کر کے اس کے بیگ سے کپڑے باہر نکالنے شروع کر دیئے تھے۔

"یار مجھے اب اور نہیں رہنا یہاں اور نہیں سنا جاتا مجھ سے مجھے مت رکو مجھے جانے دو۔" ہانی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا۔

"مجھے چینج کی بہت ضرورت ہے طوبیٰ سمجھو اس بات کو۔" ہانی نے کپڑے واپس رکھنے شروع کیئے۔ طوبیٰ خاموشی سے باہر چلی گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"بیٹا یہ کونسا وقت ہے جانے کا دیکھو شام کے چار بج رہے ہیں اب نکلو گی کب پہنچو گی۔" وہ بیگ اٹھا کر باہر آئی تو پھوپھو فکر مندی سے بولیں۔

"کوئی بات نہیں پھوپھو بس پہنچ جاؤں گی آپ فکر مند مت ہوں۔" وہ بیگ نیچے رکھتے ہوئے مسکرائی۔

"ایسے کیسے فکر مند نہ ہوں اسکے دوست کھلے گھوم رہے ہوں گے طوبیٰ نے شہریار سے کہا ہے وہ چھوڑنے جا رہا ہے۔" سلمہ بیگم مسکرائیں۔

"میں ریڈی ہوں تم آجاؤ میں ویٹ کر رہا ہوں۔" شہریار عجلت سے کہتا باہر نکل گیا۔ کیسے وہ ہانی اور اس کے کام سے جان چھڑایا کرتا تھا۔ اور اسے چھوڑ کے آنے کی بات پہ ہر بار کوئی نیا بہانہ تیار ہوتا تھا۔ مگر آجکل تو اسکی ٹون ہی بدلی ہوئی تھی۔ ہانی سر جھٹکتے ہوئے پھوپھو اور طوبیٰ سے گلے ملتی باہر آگئی تھی۔ وہ گاڑی میں بیٹھا اسکا انتظار کر رہا تھا۔ وہ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ گئی۔

"افطاری کا وقت ہو گیا ہے میرے خیال میں کسی ہوٹل پہ سٹے کر لینا چاہیے۔" دونوں کے درمیان ابھی تک خاموشی حائل رہی تھی۔ جب شہریار نے گاڑی آہستہ کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا تھا۔ اسنے سر اثبات میں ہلایا تھا۔ "اب ٹائم کم ہے کوئی اچھا ہوٹل نہیں ملے گا اتنی جلدی کسی ڈھابے پہ افطاری کر لیتے ہیں گاڑی میں پانی بھی نہیں کھانا آگے کسی اچھے ہوٹل پہ کھا لیں گے۔" وہ گاڑی ایک ڈھابے کے قریب روکتے ہوئے بولا۔ وہ اب بھی خاموش رہی تھی۔ "تم باہر نہیں آؤ گی۔" وہ اسکی سائیڈ جھکتے ہوئے بولا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے بس پانی لا دیں۔ طوہ یوں ہی سر جھکائے بولی۔ اطراف میں مغرب کی آذان اب سنائی دینے لگی تھی۔

"تم کچھ مت کھانا بس میرا ساتھ دینا یوں گاڑی میں مت بیٹھو۔" شہریار نے کہتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

"میں نے کہا نہ بس آپ کھا لیں اور جلدی چلیں۔ رات تو ویسے ہی ہو جاتی ہے میرا موڈ نہیں۔" وہ چڑچڑے پن سے بولی۔

"میں تمہاری ایک نہیں سننے والا۔" شہریار نے کہتے ہوئے اسکا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ لیتے ہوئے نسبت ایک خالی کونے کی جانب بڑھ گیا۔ وہ منہ بناتے ہوئے بیٹھ گئی تھی۔ شہریار نے ویٹر کو آڈر دیا تھا۔ جب تک ویٹر نے آڈر سرو کیا تب تک وہ خاموش ہی بیٹھے رہے تھے۔

"تم بھی کھا لو۔" شہریار نے نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"کہا نہ نہیں کھانا کیوں ایک بات کے پیچھے پڑ جاتے ہو۔" وہ تپ گئی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے مت کھاؤ مجھے کیا۔ ویسے ایک بات ہے ڈھابے کے کھانا کا مزہ ہی الگ ہوتا ہے۔" وہ مزے سے بولا۔ ہانی کی بھوک سے بری حالت تھی مگر وہ کھانا نہیں کھا رہی تھی۔ وہی پرانی عادت غصے میں کھانا چھوڑ دینے کی۔ وہ بھی خاموشی سے سر جھکائے مزے سے کھا رہا تھا۔ اور پھر شہریار کو اس پہ ترس آ گیا تھا۔

"جب تک تم کچھ کھاؤ گی نہیں میں یہاں سے ہلوں گا بھی نہیں۔ رہی بات سٹینڈرڈ کی تو میرا یہ تمہارے ساتھ پہلا سفر تو ہے نہیں میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں تمہیں ڈھابے کا کھانا بہت پسند ہے۔" وہ اپنا کھانا ختم کرتے ہوئے بولا۔ ہانی جانتی تھی وہ نہیں ٹلے گا اس لیے اس نے چپ چاپ کھانا کھا لیا تھا۔

"اتنا مہربان تو وہ کبھی نہیں رہا تھا۔" ہانی کو یاد تھا کہ وہ کہتی رہ جاتی مگر وہ کہیں نہیں رکتا تھا۔ سو سارا سفر بھوکے طے کیا جاتا۔ تو یہ ہمدردی تھی اور کچھ نہیں۔ نوالہ اس کے حلق میں اٹکنے لگا تھا۔ وہ اپنا کھانا ادھورا چھوڑ کر گاڑی کی طرف بڑھ گئی تھی۔ شہریار پریشانی میں اسکے پیچھے لپکا تھا۔

"کیا ہوا ہے۔" اب وہ اسکے قریب کھڑا حیرت سے بولا۔

"کچھ نہیں۔" اسنے فوراً اپنے آنسو چھپائے۔

"صاحب جی یہ آپکی بیوی کا موبائل۔" ڈھابے پہ کام کرنے والا ایک لڑکا شہریار سے مخاطب ہوا۔ شہریار اور ام ہانی نے بیک وقت پیچھے مڑ کے دیکھا۔ ہانی جلدی میں اپنا موبائل وہیں بھول آئی تھی۔

"میں انکی۔"

"بہت شکریہ بچے۔" ہانی کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی شہریار بول پڑا۔ "اور یہ رہا تمہارا انعام تمہاری ایمانداری کا۔" شہریار نے جیب سے کچھ پیسے نکالتے ہوئے اسے تھمائے۔ وہ لڑکا مسکرا کر واپس چلا گیا۔

"ہر کسی کی تصحیح کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ میں بل پے کر کے آتا ہوں۔" شہریار اسے کہتا واپس پلٹ گیا تھا۔

"عجیب انسان ہے۔" ہانی نے اسے دیکھتے ہوئے زیر لب بولی۔

"آج کے دور میں بھی ایماندار انسان ہیں۔" ہانی نے دور کھڑے کسی گاہک سے آڈر لیتے اس لڑکے کو دیکھتے ہوئے سوچا۔

"یہاں سے قریب میں ایک پٹرول پمپ ہے وہاں نماز پڑھی جاسکتی ہے ٹائم کم ہے جلدی بیٹھو۔" شہریار گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے اندر بیٹھا۔ وہ بھی اپنی نظریں ہٹا کر گاڑی کی طرف بڑھی۔ نماز مغرب ادا کرنے کے بعد وہ لوگ کہیں رکے نہیں تھے۔ اس دوران ہانی کو بارہا محسوس ہوا تھا جیسے شہریار کچھ کہنا چاہتا تھا مگر وہ تھی کے اسکی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔ بھرپور راستہ خاموشی رہی تھی۔ شہریار اسے لاہور چھوڑنے کے بعد وہاں رکا نہیں تھا اگلی صبح ہی وہ واپسی کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

"ایسی کیا آفت پڑ گئی تھی جو یوں اچانک اتنی رات کو نمودار ہو گئیں۔ یہاں سے تو کہہ کے گئی تھیں کہ اب دو ماہ بعد آؤں گی اکیس دن میں واپسی ہو گئی۔" ندرت بیگم متفکر بھی تھیں اور شہریار کو یوں زحمت دیئے جانے پر پریشان تھیں۔

"اسکی لغت میں اکیس دنوں کو ہی دو ماہ کہتے ہیں۔" حسام ٹی وی دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیا ہو گیا ہے مما اپنے گھر واپس آئی ہوں ایسے لگ رہا جیسے نہ کسی جیل میں آ گئی ہوں سب کی تفتیش ہی ختم نہیں ہو رہی۔" وہ ایک دم زچ ہوتے ہوئے بولی۔

"کل رات سے ایک ہی ٹاپک ڈسکس ہو رہا تھا۔ہانی کی واپسی۔"

"اور تم تمہاری لغت میں ٹھیک کروں گی۔ آنا تم اپنے نوٹس لیے کر میرے پاس بلکل ہیڈنگ نہیں دوں گی۔" ہانی نے اپنا روئے سخن حسام کی طرف موڑا۔

"ایک تو تم ہر وقت اپنے کردہ ناکردہ احسان جتاتی رہتی ہو۔ اور وہ سب جو میرے کام کے بدلے تم مجھ سے کرواتی ہو۔" وہ بھی سیدھا ہو بیٹھا۔

"کردہ بولو ناکردہ احسان جتانا میری عادت نہیں۔" وہ ادائے بے نیازی سے بولی۔

"اچھا میں بتاؤں۔"

"تم دونوں اپنی چونچ لڑانا بند کرو اور اٹھ کے ادھر آور افطار کا وقت ہو گیا ہے۔" ندرت بیگم گھرک کے بولیں۔ ورنہ وہ جانتی تھیں اگر وہ نہ ٹوکیں تو وہ لوگ ساری رات بحث کرتے رہیں گے۔ تو وہ دونوں بھی ایک دوسرے کو بعد میں نمٹتے ہیں کا اشارہ کرتے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہانی نے خود کو نارمل۔ کر لیا تھا۔ وہ نہیں چاہتی کہ وہ سب دہرایا جائے وہ بھول جانا چاہتی تھی۔ اور یہاں آ کر وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہو گئی تھی۔ ہانی کو آئے ہوئے پانچ چھ دن ہو گئے تھے۔ پرسوں عید متوقع تھی۔ وہ جب سے آئی تھی زیادہ تر اپنے کمرے میں پائی جاتی تھی کام کے سلسلے میں باہر آتی اور پھر واپس چلی جاتی۔

"ارے اتنی ساری مٹھائی یہ کہاں سے آئی۔" ہانی عشاء کی نماز پڑھ کے آئی تو باہر کا منظر ہی کچھ اور تھا ڈھیر ساری ٹوکریاں مٹھائی کی اور بہت سارا پھل۔ یہ سب تین افراد کے لیے بہت سے بھی زیادہ تھا۔ وہ حیران ہوتی ہوئی صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"تم آم کھاؤ پیڑ مت گنو۔" حسام کسی آسائنمنٹ میں الجھا ہوا تھا اسے دیکھ کر ہنستے ہوئے بولا۔

"سیدھی طرح بتاؤ عید میں ابھی دو یا تین دن ہیں پھر یہ سب ابھی سے کیوں منگوا لیا۔" ہانی نے پاس پڑی مٹھائی کی ٹوکری میں جھانکا۔

یہ عید کے لیے نہیں بہت ہی خاص مقصد کے لیے منگوائی جانے والی مٹھائی ہے۔ حسام اسے دیکھتے ہوئے ہنسا۔

"کس مقصد کے لیے ہے۔" ہانی کی نظر گلاب جامن پہ ٹھہر گئی تھی۔

"پھوپھو لوگ آ رہے ہیں۔" حسام نے اپنے کام میں مصروف کہا۔

"مگر کیوں۔" وہ حیران ہوئی۔ حسام خاموشی سے اپنی اسائنمنٹ میں کھویا رہا۔

"اب بک بھی چکو۔" ہانی نے گلاب جامن منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"شہریار بھائی کی منگنی کے سلسلے میں یہ مٹھائی بھی اسی کے لیے منگوائی ہے۔" حسام مزے سے اسے اطلاع دیتا واپس اپنے کام میں مگن ہو گیا۔ ام ہانی کو وہ گلاب جامن کڑوا لگنے لگا تھا۔ جیسے منہ میں زہر گھل گیا ہو۔

"ایک تو مٹھائی بنانا بھی نہیں آتی پتہ نہیں کہاں سے آئی ہے۔ تم ڈھنگ کی بیکری پہ نہیں جا سکتے تھے۔" وہ حسام کے سر ہوئی ظاہر ہے یہ سب وہی لایا تھا۔ لاہور کی سب سے مشہور مٹھائی ہے بس تمہارا ذوق نہیں ہے۔ وہ منہ بناتے ہوئے بولا۔

"اگر منگنی شہریار کی ہے تو وہ لوگ لاہور کیوں آرہے ہیں۔" ہانی نے پھر سے حسام کو مخاطب کیا۔

"کیونکہ لڑکی لاہور کی ہے۔" حسام اپنی فائل بند کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگا۔

"اچھا شرمین حیات کی فیملی لاہور سے ہے۔ مجھے پتہ ہی نہیں تھا۔" وہ زیر لب خود کلامی کے انداز میں بولی۔

"کچھ اور پوچھنا ہے تمہیں یا میں اپنا کام کمپلیٹ کر لوں۔" حسام اس کے سوالوں سے تنگ آکر بولا۔

"اپنی فائل میں گھس جاؤ کسی کاغذ پہ چپک جاؤ۔" ہانی غصے سے کہتے ہوئے ایک دم وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

"لڑکی کا نام تو پوچھ لو۔" حسام نے بلند آواز سے کہا۔ ہانی سنی ان سنی کرتی آگے بڑھ گئی۔ اس نے کمرے میں آتے ہی طوبیٰ کو کال کی تھی۔

"یہ کیا کھچڑی پک رہی ہے مجھے بتائے بغیر۔" ہانی نے چھوٹتے ہی کہا۔

"ارے لڑکی نہ سلام نہ دعا نہ حال نہ احوال حد کرتی ہو۔" طوبیٰ نے کال پک کی سلام تو اسکے منہ میں ہی رہ گیا تھا۔

"سلام بعد میں ہوتے رہیں گے۔ یہ بتاؤ تم سب لاہور آرہے ہو اور مجھے بتایا تک نہیں اور شہریار کی منگنی کے لیے اتنی جلدی مان گئے اطلاع دینا بھی ضروری نہیں سمجھا۔" ہانی ناراضگی سے بولی۔

"بس یار مصروفیت کی وجہ سے ہی سوچا سرپرائز دیں گے۔" طوبیٰ شرمندہ سے لہجے میں بولی۔

"ہاں جانتی ہوں تمہاری مصروفیات۔" ہانی نے مصروفیات کو کھینچ کر ادا کیا۔

"اور تم لوگ اس کے لیے مان کیسے گئے۔" ہانی ابھی تک حیران تھی۔

"بس بھائی کی خوشی میں ہی ہماری خوشی ہے۔" طوبیٰ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ کنٹرول کی تھی۔

"چلو خوش رہو جو بھی کرو مجھے کیا۔" ہانی نے غصے سے فون بند کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اپنی کمرے میں بے چینی سے ادھر سے ادھر چکر لگانے میں مصروف تھی۔ جب اسکا فون بجنے لگا۔

"اس وقت کون ہے۔"ہانی کوفت سے سوچتے ہوئے موبائل پکڑا۔وہ اس وقت کسی سے بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

"ضمیر احسان۔"اسنے اپنے موبائل پہ روشن نام کو حیرت سے دیکھا۔آج سے پہلے بس میسج پہ کبھی کبھی بات ہو جاتی تھی۔وہ شرمین کی تصویر بھی ضمیر نے ہی دی تھی۔"ہو سکتا ہے کوئی ضروری کام ہو۔"ہانی نے سوچتے ہوے کال پک کر لی تھی۔

"اسلام علیکم ام ہانی۔"ضمیر نے فورا آداب نبھاتے ہوئے سلام کیا تھا۔

"وعلیکم اسلام ضمیر بھائی کیسے یاد کیا۔"

"آپ کو میرا کال کرنا برا تو نہیں لگا یوں بنا پوچھے۔"وہ پریشانی سے بولا۔

"نہیں بھائی کیسی باتیں کر رہے ہیں مجھے کیوں برا لگے گا آئی نو کوئی ضروری بات ہی ہو گی۔"وہ شرمندگی سے بولی۔

"جی بالکل ضروری بات ہی ہے اسی لیے آپ کو زحمت دی۔ورنہ آپ کافی ڈینجرس ہیں بہت قصوں سے واقف ہوں۔"وہ اب قدرے ریلکس تھا۔

"آپ بھی کن باتوں کا ذکر لے کر بیٹھ گئے۔"وہ نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا اٹھی تھی۔

"آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا بس آپ کو شہریار کی منگنی کی مبارک دینی تھی اور۔"وہ بات کرتے کرتے رکا۔ہائے اس بندے نے بھی وہی بات چھیڑ دی اور ہانی نے اسے بات جاری رکھنے کا اشارہ دیا تھا۔"اور یہ کہ میں اور حماد بھی شہریار کی منگنی کے سلسلے میں لاہور آ رہے ہیں۔"

"جی موسٹ ویلکم ہمیں خوشی ہو گی۔"وہ مسکرائی۔

"بات دراصل یہ ہے کہ جب ہم آ ہی رہے ہیں تو یہ کام بھی کرتے چلیں۔"وہ بس اپنے ہاتھوں پہ نظریں جمائے خاموشی سے اسکی بات مکمل ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔

"حماد نے آپکو اس دن دیکھا تھا اسے آپ بہت پسند آئیں تھیں اسنے کہا کہ وہ آپ سے ایک بار بات کرنا چاہتا ہے۔اگر آپکو مناسب لگے تو اس کے بعد وہ اپنے گھر والوں کو بھیجے گا۔"ضمیر نے اپنا اٹکا سانس بحال کیا۔

"وہ سب جانتے ہیں پھر بھی۔"ہانی آہستگی سے بولی۔

"اسے فرق نہیں پڑتا وہ گواہ ہے کہ اس رات آپ کے ساتھ کچھ نہیں ہوا۔"وہ اپنی بات کے اختتام پر لمبا سا سانس لیتے ہوئے دوبارہ گویا ہوا۔

"اور جب شہریار کی منگنی ہو ہی رہی ہے تو آپ بھی کر لیں۔"وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"شہریار کی منگنی کا مجھ سے کیا لنک۔"وہ چڑ گئی تھی۔

"اچھا آپ آرام سے سوچیں پھر جواب دیجئے گا۔" ضمیر نے کہتے ہی کال بند کر دی تھی۔

"آج ہو کیا رہا ہے میرے ساتھ۔" ہانی موبائل ہاتھ میں لیے سوچ میں پڑ گئی۔

"یہ حماد صاحب کافی معقول ہیں انھیں اچانک کیا سوجھی۔" اسکی سوچوں کا تسلسل موبائل کی رنگ ٹیون نے توڑا تھا۔

"شہریار۔" ہانی نے دو سے تین بار پلکیں جھپکتے ہوئے اپنی آنکھوں کو یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ کیا جو وہ دیکھ رہی تھی سہی ہے۔ اور پھر یقین آنے پر اسنے موبائل پاور آف کر کے سائیڈ میں رکھ دیا تھا۔

"بھاڑ میں جاؤ شہریار مشتاق۔" وہ غصے سے کہتی بیڈ پہ سونے لیٹ گئی تھی۔

"شہریار بھائی کی کال آرہی ہے ان سے بات کرو۔" کچھ دیر حسام اسکے سر پہ کھڑا تھا۔

"میرا موبائل خود ہی آف ہو گیا کام نہیں کر رہا۔" وہ آنکھوں پہ رکھا بازو ہٹا کر بولی۔ حسام جانتا تھا کہ یہ سب بہانے ہیں۔

"اچھا یہ لو میرے فون سے کر لو۔" حسام نے اپنا موبائل اسکی جانب بڑھایا۔

"مجھے نیند آرہی ہے ان سے کہو مجھے ان سے کوئی بات نہیں کرنی۔" ہانی ٹکا سا جواب دیتی کروٹ بدل گئی۔

"اچھا کہہ دیتا ہوں۔" وہ منہ بناتا باہر چلا گیا۔

"مجھے کیا کچھ بھی کرو منگنی نکاح میری بلا سے۔ پر اب اس حماد کا کیا کروں یہ کہاں سے آگیا۔" اور پھر انہی سوچوں میں گم بہت کروٹیں بدلنے پہ بھی اسے نیند نہیں آئی تھی۔ وہ تھک ہار کر اٹھ بیٹھی۔ اس نے موبائل ہاتھ میں لیتے ہوئے اسے آن کیا۔

وہ جانتی تھی اب شہریار کی کال نہیں آئے گی۔

اور پھر شہریار اور شرمین کی وہ تصویر نکال کر دیکھنے لگی۔ وہ تصویر بلکل کسی نے چپکے سے بنائی تھی وہ ایک دوسرے سے بات کرتے ہوئے ہنس رہے تھے اور شرمین نے اپنا ہاتھ شہریار کے بازو پر رکھا تھا۔ "مجھے نہیں لگتا اس تصویر کا کسی کو علم ہو گا کہ بنائی گئی ہے۔" ہانی نے دل میں سوچا۔ اور پھر اسنے مبارک باد کے ساتھ اس تصویر کو فیس بک پہ پوسٹ کر کے شہریار سمیت سب کو ٹیگ کیا تھا۔

کچھ ہی دیر باد کمنٹس میں مبارکباد اور گلے شکووں کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ہانی موبائل پھر سے پاور آف کر کے لیٹ گئی تھی۔ نیند کیا آنی تھی ویسے بھی آخری روزہ تھا صبح شہریار وہ پوسٹ دیکھ کر مسکرا دیا تھا اور کسی کو جواب نہیں دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہانی کی حیرت کی انتہا نہیں رہی تھی جب وہ سحری کے لیے آئی تو بابا وہاں پر پہلے سے موجود تھے۔

"بابا آپ کب آئے بتایا بھی نہیں۔" وہ خوشی اور حیرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ بولتے ہوئے آگے بڑھی۔ "سچ میں یقین نہیں آرہا مس یو سو مچ۔" کہتے ہوئے ان کے گلے ملی۔

"اگر بتا دیتا تو اتنی خوشی دیکھنے کو نہ ملتی۔" باقر صاحب اسکا سر تھپکتے ہوئے مسکرائے۔

"جی نہیں میں آپکو دیکھ کر ہمیشہ خوش ہوتی ہوں۔" وہ بھی پیار سے کہتے ان کے سینے سے الگ ہوئی۔

"اچھا اب وقت کم ہے سحری کر لیں لاڈ پیار بعد میں کر لیجئے گا۔" ندرت بیگم نے انھیں ٹوکا۔

"توبہ ہے بیگم بیٹی سے مل رہا ہوں۔" وہ ہنستے ہوئے کرسی پر بیٹھے۔

"اس گھر میں ہر بات چھپائی جانے لگی ہے مجھ سے۔" ہانی منہ بنا کر بولی۔

"تم فوراً نشر کر دیتی ہو اس لیے نہیں بتائی جاتی۔" حسام نے اسے چڑایا۔

"تم اپنی چونچ بند رکھا کرو۔ ہانی نے حسام کو گھورا۔ اور پھر اسی طرح خوش گپیوں میں سحری کر کے سب لوگ اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ مگر ہانی کا دماغ الجھتا جا رہا تھا ایک سے ایک دھچکا۔ شہریار کی منگنی وہ بھی بنا بتائے حماد کا پرپوزل بابا کی اچانک واپسی۔ سب ہو کیا رہا ہے یہ سب وہ یوں ہی الجھتی نماز پڑھنے چل دی۔ وہ سو کر اٹھی پورا دن بھی اداسی چھائی رہی تھی۔ دماغ دو جگہوں پر الجھا ہوا تھا اب شام ہونے والی تھی۔ اسنے طوبیٰ کو میسج کیا تھا۔

"کہاں ہو تم لوگ۔۔؟" وہ کل رات سے عجیب بے چینی کا شکار تھی۔

"ہم بس اگلے بیس منٹ میں تمہارے گھر۔" جواب موصول ہوتے ہی وہ سر پہ پاوں رکھ کر اوپر بھاگی تھی۔ وہ نہ تو ان سب سے ملنا چاہتی تھی اور نہ ہی کوئی بات کرنا چاہتی تھی۔

"تم اوپر کیا لینے جا رہی ہو۔؟" امی نے اسے سیڑھیوں کی طرف جاتے دیکھا تو حیرت سے سوال کیا۔

"میں اوپر کچھ گھنٹوں کا نفلی اعتکاف کرنے لگی ہوں افطار کے بعد آجاؤں گی۔ کسی کو اوپر مت آنے دیجے گا۔" بروقت اسے معقول بہانہ سوجھ گیا تھا۔ ندرت بیگم نے سر کو ہاں میں جنبش دی تھی۔

"یہ کام سے جان چھوڑانے کا بہترین طریقہ ہے۔" حسام نے منہ بنا کر کہا۔

"اگر ایک دن تم مما کی ہیلپ اور اوپر مجھے افطاری پہنچا دو گے جان نہیں چلی جائے گی تمہاری۔" ہانی اسے کہتے ہوئے تیزی سے اوپر چلی گئی تھی۔ حسام منہ بناتا مما کی ہیلپ کروانے کچن کی طرف بڑھ گیا۔ ہانی نے اوپر جا کر ایک کمرہ بند کیا اور پھر مصلیٰ بچھا کر قرآن پاک پڑھنے بیٹھ گئی۔

"ہو سکتا ہے کہ وقتی سوچوں سے رہائی مل جائے۔" کچھ دیر بعد نیچے اٹھنے والے شور سے وہ جان گئی تھی کہ سب آچکے تھے۔ حسام افطاری دے گیا تھا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ افطاری کے بعد کمرے سے نکل آئی تھی اور چھت پر چہل قدمی کرنے لگی تھی۔ نیچے کیا ہو رہا ہوگا یہ جاننے کا بھی اسے تجسس تھا مگر وہ نیچے نہیں جانا چاہتی تھی پتہ نہیں کس بات کا خوف اسے ان سب کے سامنے جانے سے روک رہا تھا۔ جیسے اسکی چوری پکڑی جائے گی۔ ارد گرد کے گھروں کے بہت سے لوگ عید کا چاند دیکھنے کی غرض سے اپنی چھتوں پر جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ وہ محویت سے آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔

"تمہاری چائے۔" وہ اس آواز پر چونک کر پلٹی تھی۔ شہریار ہاتھ میں چائے کے دو کپ لیے کھڑا تھا۔ شہریار+چائے+وہ بھی بذات خود+ہانی کے لیے نیور۔ اسے اپنا وہم محسوس ہوا۔ وہ پھر سے چھت کی منڈیر پہ بازو ٹکائے آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔

"مجھے تو مہمانوں کو ٹریٹ کرنے کے بہت سے طریقے بتاتی اور سمجھاتی ہو اور خود کسی ایک پر بھی عمل نہیں کرتیں۔" شہریار نے دونوں کپ منڈیر پہ رکھے۔

"آپ یہاں۔" وہ بھی ہوش میں آتی سیدھی کھڑی ہو گئی۔ پچھلی بار بھی رکنے کو نہیں بولا اور اس بار تو ہمارے آنے کا سن کر اعتکاف کر لیا واہ۔ وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"جی نہیں بس ویسے ہی ثواب کی نیت سے کیا تھا۔" شرمندگی سے سر جھکا گئی۔ "اور ویسے بھی میرے کہنے سے کون سا آپ نے رک جانا تھا۔" ہانی نے شرمندگی کو پس پشت ڈالتے ہوئے اسے آئینہ دکھایا۔

"تم کہہ کے تو دیکھتیں۔" وہ نظریں اس پہ جمائے بولا۔

"چلیں اب کہتی ہوں اس بار رک جایئے گا۔" وہ ارد گرد دیکھتے ہوئے بولی۔

"بڑی بے زار لگ رہی ہو ہوا کیا ہے۔" وہ ابھی بھی اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں ہمیشہ سے ایسی ہوں۔" ہانی کو الجھن ہونے لگی تھی پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔

"ویسے وہ میری اور شرمین کی پک بڑی کمال کی تھی بہت شکریہ مجھے مبارک دینے کا۔ ویسے ملی کہاں سے وہ تمہیں۔" وہ بازو سینے پہ باندھے اسکی طرف مڑا۔ ہانی جل کے رہ گئی۔

"ضمیر بھائی نے دی تھی۔" وہ ابھی بھی دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔

"ایک یہ ضمیر میری جڑوں میں بیٹھا ہوا ہے۔" شہریار نے زیر لب بڑبڑایا۔ ہانی نے نوٹس نہیں لیا۔

"ویسے کل تمہاری ضمیر سے کوئی بات ہوئی تھی۔" وہ اب سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھ رہا تھا۔

"انھوں نے آپ کو بھی بتا دیا۔؟" ہانی اس بار اسکی طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے بولی۔

"ہاں بتا دیا بس تمہارے جواب کا انتظار ہے۔" شہریار کے دل میں دور کہیں خدشہ تھا اگر ہانی نے ہاں کر دی تو وہ چپ چاپ یہاں سے چلا جائے گا۔

"مجھے نہیں کرنی کسی سے بھی شادی اور نہ ملاقات کل تو بس میں لحاظ اور مروت میں چپ رہی ورنہ کل ہی جواب دے دیتی۔ بس آپ کی منگنی خیریت کے ساتھ ہو جائے باقی خیر ہے۔ آپ کہہ دیجیے گا میری طرف سے صاف انکار ہے۔" پتہ نہیں ہانی سے اسے تنگ کرنے کے لیے بھی اقرار نہیں ہوا تھا۔

"یس میں جیت گیا۔" شہریار ایک دم قہقہہ لگا کر ہنسا ہانی حیرت سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب کیا کہہ رہے ہیں آپ۔" وہ حیرت سے اسکی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہانی آج میں تم سے بہت ضروری بات کرنے آیا ہوں۔" وہ ایک دم سنجیدہ ہوتے ہوئے اس کے سامنے کھڑا ہوا۔ ہانی بس اسے دیکھے گئی۔

"یہ میری کہانی ہے۔ مجھے بچپن سے ایک لڑکی پسند تھی اسکی ضد اسکی شرارتیں سب اچھی لگتیں تھیں۔ پھر کچھ بڑا ہوا تو وہ پسندیدگی محبت میں بدل گی۔ اور پھر مجھے اسے تنگ کرنے اور جھگڑنے میں مزا آنے لگا وہ بھی مجھے جان بوجھ کر تنگ کرتی اور میں خاموش رہتا۔ کبھی اسے احساس دلانے کی کوشش نہیں کی کہ وہ میرے لیے کیا ہے بس یہ ہی احساس دلایا کہ وہ میرے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اور اس نے مان بھی لیا۔ بے وقوف۔" وہ بات کرتے کرتے دھیرے سے مسکرایا ہانی ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہی تھی۔ "یہ سب نجانے کب تک چلتا رہتا میں اپنے دل کی بات دل میں رکھتا کہنے سے ڈرتا تھا کہ کہیں وہ انکار نہ کر دے۔ یہ ڈر تو اب بھی ہے پر اب بات ضرور کروں گا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے مضبوطی سے بولا۔

"اور پھر مجھے پتہ چلا کہ اسے میرے افیئرز کا بھی یقین ہے۔" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ہنسا۔ ہانی اب بخوبی سمجھ گئی تھی کہ بات کس کے بارے میں ہو رہی تھی۔ وہ اتنی ہی حیرت زدہ بھی تھی۔" مجھے سن کر دھچکا لگا مگر میں نے اسکے یقین کو اور پختہ کر دیا اور پھر شاید یہ سب میں جاری رکھتا اگر وہ رات۔" وہ بات کرتے کرتے رکا۔ ہانی کو اپنی آنکھوں میں جلن ہوتی محسوس ہونے لگی تھی۔" مجھے لگا میں نے دیر کر دی اسے ہمیشہ کے لیے کھو دیا وہ رات میری زندگی کی بھیانک ترین رات تھی۔ مگر جب میں اللہ کے فضل سے اسے سہی سلامت پایا تو دل میں تہیہ کر لیا کہ اب دیر نہیں کروں گا۔" ام ہانی کو یہ سب ایک خواب لگ رہا تھا۔

"وہ پوری رات رو کے گزاری تھی میں نے اس رات احساس ہوا کہ تمہیں کھونا میرے لیے کیسا ہو گا۔ میں بہت پیار کرتا ہوں تم سے ہاں ام ہانی صرف تم ہو وہ جس کے لیے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ طوہ اسے امید بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ سب آپ ہمدردی میں کر رہے ہیں نہ۔" اسکے جذبوں کی سچائی کو وہ اتنی جلدی کیسے مان لیتی۔ اپنے جذبات سے تو وہ پہلے ہی بہت گھبرائی ہوئی تھی۔

"نہیں ہانی کوئی بھی کسی سے ہمدری میں شادی نہیں کرتا بے وقوف لڑکی۔" شہریار کو اسکی بات سن کر دھچکا لگا تھا۔

"مگر اس رات آپ نے خود کہا تھا کہ آپ شرمین سے محبت کرتے ہیں اور کئی بار میں نے آپکو فون پہ بات کرتے سنا ہے ایسے کیسے مان لوں۔ کیا وہ تصویر بھی جھوٹی تھی۔" وہ اب بھڑک اٹھی تھی۔

یار وہ سب ایک ڈرامہ تھا۔ شہریار نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔

"میں کیسے مان لوں آپ اتنے اچھے نہیں ہیں۔" ہانی نے مشکوک نظروں سے اسے گھورا۔ اگر سچ مچ شہریار یہ سب ہمدردی میں کر رہا تھا تو ہانی کے لیے اس سے بڑی اذیت اور کوئی نہیں تھی۔

"میں بتاتا ہوں اصل بات۔ ضمیر جیسے دوست ہوتے ہیں جو دوست کے روپ میں دشمن ہوتے ہیں۔ وہ جس لڑکی سے شادی کے لیے کہہ رہا تھا اسکے گھر والے مان نہیں رہے تھے۔ میں روز اس ٹاپک پہ اس سے بات کرتا تھا اب تم نے باتیں سن کر ضمیر کو شرمین اپنے دماغ سے بنا لیا تو اس میں میرا کیا قصور۔" وہ پریشانی سے بولا۔

"اور ابھی جو آپ ہنسے کہ میں جیت گیا وہ کیا تھا۔" وہ ابھی تک مشکوک تھی۔

"یار ضمیر نے یہیں پہ بس نہیں کی کل جب میں نے اسے اپنی اور تمہاری منگنی کی خبر دی وہ مجھے تنگ کرنے لگا اور اس طرح شرط لگ گئی کیونکہ وہ کہتا تھا کہ تم مجھ سے محبت نہیں کرتی اور میں تم سے اپنے دل کی بات کہہ دوں مگر میں نہیں مانا اس لیے اس نے حماد کو پلان میں شامل کیا اور۔" وہ بات کرتے کرتے خاموش ہوا۔

"اور کیا۔؟" ہانی ماتھے پہ بل ڈالے کھڑی تھی۔

"اور کیا تم نے انکار کر دیا۔" شہریار نے کندھے اچکائے۔

"اگر میں ہاں کر دیتی تو۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"تو کیا میں خاموشی سے واپس چلا جاتا۔" وہ سر جھکائے بولا۔

"یعنی کچھ نہیں کہتے۔" ہانی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"میرے لیے تمہاری خوشی سب سے زیادہ امپورٹنٹ ہے۔ طوہ دھیرے سے مسکرایا۔

"میری منگنی ہو رہی ہے اور مجھے پتہ بھی نہیں ہاں ٹھیک ہے۔" وہ سرہلاتی رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔

"مجھے یقین تھا کہ تم منع کر دو گی اس لیے تو شرط لگا لی۔" وہ گھوم کر اس کے سامنے آیا۔ ہانی یوں ہی منہ بنائے کھڑی رہی۔

"اچھا بابا سوری۔" شہریار نے اپنے کان پکڑے۔ وہ سامنے دیکھنے لگی۔ شہریار اسکا ہاتھ پکڑ کر گھٹنوں کے بل جھکا اور اسکی طرف دیکھنے لگا۔ اسکی اس حرکت پر ہانی نے بھی اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

"ام ہانی شادی کرو گی مجھ سے۔ شہریار مشتاق اپنی محبت کی تمام تر سچائی کے ساتھ تمہیں اپنے ہمسفر کے طور پر قبول ہے کیا؟" وہ محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ ہانی کافی دیر اسے دیکھتی رہی تھی۔ اور پھر مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"ہاتھ چھوڑیں کوئی دیکھ لے گا۔" وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے شرما کر بولی۔

"مجھے کیا پتہ کون دیکھے گا کون نہیں میں تو بس تمہیں دیکھ رہا ہوں۔" وہ اسی طرح کھویا کھویا بولا۔

"ایک بار پھر سوچ لیں میرے ساتھ گزارا کر لیں گے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے مزے سے بولی۔

"ہاں بالکل کر لوں گا۔ بشرط یہ کہ محبت کے بدلے محبت ملے۔" وہ بھی دھیرے سے مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا مگر ہاتھ نہیں چھوڑا۔

"مبارک ہو عید کا چاند نظر آ گیا ہے۔" اطرف میں اچانک چاند دکھ جانے کا شور اٹھا تھا۔

"آئیں ہم بھی ڈھونڈتے ہیں۔" ہانی ایکسائٹمنٹ سے بولی۔

"میں کیوں آسمان پہ چاند ڈھونڈھوں میرا چاند تو میرے پاس ہے۔" وہ مخمور سا کہتا اس کے قریب ہوا۔ ہانی جھینپ کے ایک قدم پیچھے ہٹی۔ شہریار نے اپنا موبائل نکال کر سیلفی لی تھی۔ ہانی نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آج میں ٹیگ کروں گا۔" وہ زور سے ہنسا۔

"چائے ٹھنڈی ہو گئی۔" ہانی فوراً اپنا ہاتھ چھوڑاتے ہوئے چائے کی طرف بڑھی۔

"ویسے یہ عید بڑی یادگار ہو گی۔" شہریار اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں تازہ چائے بنا کے لاتی ہوں۔" وہ اب یہاں سے جانا چاہتی تھی کیونکہ شہریار تو شاید ساری رات باتوں میں لگائے رکھتا۔

"بڑی بہانے باز ہو ویسے تم خیر آج معاف کر رہا ہوں تمہارا ٹائم ہے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے ہنسا۔ "ویسے تم بھی بتاتی جاؤ محبت کرتی ہو مجھ سے۔" شہریار آنکھوں میں محبت اور شرارت کے رنگ لیے بولا۔

"بلکل بھی نہیں۔" ہانی نے سر نفی میں ہلاتے ہوئے قہقہہ لگایا۔

"رکو میں ابھی پوچھتا ہوں تم سے۔" وہ دم اسکی جانب بڑھا۔

"پوچھ لو۔" وہ اسے زبان چڑاتی مسکراتے ہوئے۔ چائے کے کپ لیے نیچے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔

ہر طرف اب خوشیاں تھیں مسکراہٹیں تھیں۔ اللہ نے انکو ایک خوبصورت عید کے ساتھ خوشیوں کا تحفہ دیا تھا زندگی نے انکا دامن خوشیوں اور محبتوں سے بھر دیا تھا۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ختم شُد

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام